مجموعہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

ایمانیات،
اخلاقیات اور معاملات

شائع کردہ:

تنظیمِ اسلامی

دار الاسلام مرکز تنظیم اسلامی، ملتان روڈ چوہنگ لاہور 53800
فون: 79-35473375 (042)
ای میل: markaz@tanzeem.org
ویب: www.tanzeem.org

فہرست

ایمانیات

ایمان کے بعض آثار وثمرات 7
ایمان میں خرابی ڈالنے والے اخلاق واعمال 11
وسوسے ایمان کے منافی نہیں اور ان پر
مواخذہ بھی نہیں 14
ایمان واسلام کا خلاصہ اور اُس کا عطر... 15
مرنے کے بعد، برزخ — احوالِ قیامت 18
برزخ کی کیفیت 18
احوال قیامت 21
قیامت میں حقوق العباد کا انصاف..... 24
روز قیامت مومنوں کی کیفیت 25
قیام اللیل کا انعام 26

اخلاقیات

کتاب المعاشرت 27
معاشرت ومعاملات کی خصوصی اہمیت . 29
معاشرت 29
لڑکیوں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی اہمیت 30
نکاح اور شادی کی ذمہ داری 31
بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی
کرنے والے کی بدبختی اور محرومی 32
خدمت اور حسن سلوک کا فرد مشرک ماں کا
بھی حق ہے 32
بیوی پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے 36
ہر قسم کا سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے..... 37
بیویوں کے حقوق 38
پڑوسی کے بارے میں حضرت جبرائیلؑ
کی مسلسل وصیت اور تاکید 38
کمزور اور حاجت مندوں کے حقوق 40
آداب سلام 44
مجلس کے آداب 46
لیٹنے، سونے اور اٹھنے کے آداب....... 48
ظرافت ومزاح 48
جمائی لینے وچھینکنے کے آداب 50
کھانے پینے، لباس اور وضع قطع کے آداب 51
کھانے کے بعد صرف ہاتھ پونچھ لینا... 54
ساتھ کھانے میں برکت ہے 55
ایک سانس میں پانی نہ پیا جائے 56
پینے کے برتن میں نہ سانس لیا جائے نہ
پھونکا جائے 56
کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت.......... 56
شراب پینے کی ممانعت 57
شراب کے حوالے سے دس آدمیوں پر لعنت 58
نشہ آور شے کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے 59
لباس کے احکام وآداب 60
سادگی اور خستہ حالی بھی ایک ایمانی رنگ ہے 62
لباس میں خاکساری اور تواضع پر انعام واکرام 62

رسول اللہ ﷺ کا لباس 63
داڑھی مونچھ کے بالوں اور ظاہری ہیئت
سے متعلق ہدایات 65
ستر اور پردے کے بارے میں ہدایات 67
عورت کا ستر 69
مرد کا ستر 70
تنہائی میں بھی ستر کا چھپانا ضروری ہے 70
عورتیں گھروں تک محدود رہیں 71
بدنظری موجب لعنت ہے 72
دوسروں کے ستر کو مت دیکھو 72
نامحرم پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو پھیر لو .. 74
بری خواہش کا علاج 75
نامحرم عورتوں سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت 76

معاملات

کسب حلال کے لیے کوشش فرائض میں سے ہے 78
تجارت میں سچائی اور دیانت داری کا انعام 79
دستکاری، صنعت وحرفت اور محنت
مزدوری کی فضیلت 80
زراعت وباغبانی کا عظیم اجر وثواب 80
جائز مال ودولت بندۂ مومن کے لیے
اللہ کی نعمت ہے 81
مالی معاملات کی نزاکت واہمیت 82
حرام مال کی نحوست اور بدانجامی 83
مقامِ تقویٰ، مشتبہ سے بھی پرہیز ضروری ہے 87
دَین (قرض) 89
قرض کے معاملہ کی سنگینی 89
قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ ادا
کرا ہی دے گا 93
قرض کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا
طرزِ عمل 93
مقروض کو مہلت دینے کا اجر وثواب ... 95
رِبا (سود) 96
خرید وفروخت کے متعلق احکام وہدایات 106
پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی،
خریدی جائے 106
چند سالوں کے لیے باغوں کی فصل کا
ٹھیکہ نہ دیا جائے 107
جو چیز فی الحال اپنے پاس نہ ہو اس کی بیع
نہ کی جائے 108
اگر غلہ خریدا جائے تو اٹھا لینے سے پہلے
اس کو فروخت نہ کیا جائے 108
سخت ضرورت مند سے خرید وفروخت کی
ممانعت 108
مال کا عیب چھپا کر فروخت نہ کرو 109
کسی کی ناواقفی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ 110
نیلام کے طریقہ پر خرید وفروخت 113
ذخیرہ اندوزی کی ممانعت 114
قیمت پر کنٹرول کا مسئلہ 115

خرید وفروخت کا معاملہ فسخ کرنے کا اختیار 116

خیارِ عیب، یعنی عیب کی وجہ سے معاملہ فسخ کرنے کا اختیار 117

بیع کا معاملہ مکمل ہو جانے کے بعد فسخ اور واپسی 118

سوداگروں کو قسمیں کھانے کی ممانعت 119

تجارت کے دوران ہونے والی خطاؤں کا کفارہ 119

تاجروں کے لیے لرزا دینے والی وعید .. 120

مکان یا جائیداد کی فروخت کے بارے میں ایک مشفقانہ ہدایت 120

شراکت داروں کو باہم دیانت داری کی تاکید 121

خرید وفروخت میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے 122

مزدوری کے بارے میں رہنمائی 123

بٹائی پر زمین دینا 123

استعمال کے لیے کوئی چیز مانگنا........ 124

کسی دوسرے کی چیز ناحق لے لینا..... 127

تحفہ دینا اور لینا 130

ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے محبت پیدا کرتا ہے 130

ہدیہ کا بدلہ دینا................ 131

محسنوں کا شکریہ اور ان کے لیے دعائے خیر 132

وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے 134

ہدیہ دے کر واپس لینا بڑی مکروہ بات ہے 135

کن لوگوں کو ہدیہ لینا منع ہے 135

نظامِ عدالت 136

عادل اور غیر عادل حاکم و قاضی 137

فیصلہ میں اجتہادی غلطی کا معاملہ 139

جنتی اور دوزخی قاضی و حاکم 140

رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت ... 141

حاکم اور قاضی بننا بڑی آزمائش ہے ... 141

حکومت کا طالب اللہ کی مدد و رہنمائی سے محروم ہوتا ہے 143

قاضیوں کے لیے رہنما اصول اور ہدایات 144

دعوے کے لیے دلیل اور ثبوت ضروری ہے 147

جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم کا انجام جہنم ہے 150

جھوٹی قسم کھانا شدید ترین گناہ کبیرہ ہے 152

کن لوگوں کی گواہی معتبر نہیں 153

دعائے استخارہ................ 155

نمازِ حاجت 157

مالی معاملات کے حوالہ سے باہمی لین دین کے ضمن میں ایک اہم قرآنی ہدایت 159

دیباچہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَاَکْمَلِ الْمُرْسَلِیْنَ وَالنَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے جو رحم و کرم اپنے بندوں پر فرمایا اور اپنی آخری ہدایت کا جو سرمایہ خاتم النبیین ﷺ کے ذریعہ تمام انسانیت کو عطا فرمایا وہ دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ایک قرآنِ مجید، جو لفظاً ومعناً کلام اللہ ہے۔ دوسرے نبی اکرم ﷺ کے ارشادات جو آپ ﷺ کی قولی و عملی ہدایات و تعلیمات پر مشتمل ہیں جو آپ ﷺ نے کتاب اللہ کے معلم وشارع ہونے کی حیثیت سے امت کو دیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر بے حد وحساب رحمتیں ہوں جنہوں نے ان ارشادات کو محفوظ فرما کر بعد والوں کو پہنچایا اور پھر بعد والوں نے انھیں کتب میں محفوظ فرما کر ہمیشہ کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنا دیا۔ ان تعلیمات کو ہم حدیث وسنت کے عنوان سے جانتے ہیں۔

ان احادیث وسننِ رسول ﷺ میں سے بعض حصوں کو جو انسان کے ایمان واخلاق اور معاشرت و معاملات بعض آثار وثمرات پر مشتمل ہیں، اس مجموعہ میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس حوالے سے مولانا محمد منظور نعمانی ؒ کی مرتب کردہ کتبِ احادیث ''معارف الحدیث'' سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تمام دینی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! یہ مجموعہ اِس لیے مرتب کیا گیا ہے تاکہ رفقاءِ تنظیم اسلامی ان کی روشنی میں اپنا راستۂ رشد وہدایت اختیار کر کے نبی اکرم ﷺ کی اتباع کی سعادت حاصل کریں، کیونکہ قرآن مجید کی ہدایت ابدی کے مطابق:

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (آل عمران: آیت ۳۱)

''فرما دیجیے (اے محمدؐ!) کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بھی معاف فرما دے گا اور اللہ تو ہے ہی بخشنے والا رحم فرمانے والا!''

یہی صراطِ مستقیم ہے جو اللہ کی محبت اور رضا مندی حاصل کرنے کا راستہ ہے اور یہی فوز وفلاح

پانے کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بھیجتا ہی اس لیے ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے جیسے فرمایا گیا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (النساء :آیت ۶۴)

''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے۔''

اس لیے آپؐ نے بھی فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ))

''تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہ ہوگا جب تک کہ اس کی خواہش ورجحان اس (تعلیم وہدایت) کا تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔''

حقیقت یہ ہے کہ آنحضور ﷺ کی ہدایات وتعلیمات اگر محفوظ نہ ہوتیں تو کتنا مشکل ہوتا امت مسلمہ کے لیے کہ وہ سیدھی راہ کی رہنمائی حاصل کرتی۔

ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے کچھ فرمودات کو آپ تک پہنچانے کا اہتمام کر رہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ اپنے بندوں کو نفع پہنچائے اور ہمارے لیے اسے مستقل صدقۂ جاریہ کے طور پر قبول فرمائے۔ آمین! ﷺ

(رحمت اللہ بٹر)

ناظم دعوت

تنظیم اسلامی پاکستان

ایمانیات

ایمان کے بعض آثار وثمرات

✪ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (رواہ البخاری و مسلم)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔“

تشریح: ایمان کے اصل مقام تک پہنچنے اور اُس کی خاص برکات حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی خودغرضی سے پاک ہو اور اُس کے دل میں اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے ایسی خیر خواہی ہو کہ جو نعمت، بھلائی اور بہتری وہ اپنے لیے چاہے، وہی دوسرے بھائیوں کے لیے بھی چاہے۔ جو بات اور جو حال وہ اپنے لیے پسند نہ کرے، اُس کو کسی دوسرے کے لیے بھی پسند نہ کرے۔ اِس کیفیت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔ شارحین نے لکھا ہے کہ اِس حدیث میں اور اِس جیسی دیگر احادیث میں ایمان کی قطعی نفی مراد نہیں ہے، بلکہ کمال کی نفی مقصود ہے۔ تربیت و نصیحت جو اِن احادیث کا مقصود ہے، اُس کے لیے یہی طرزِ بیان مناسب اور بہتر ہے۔

✪ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ اَفْضَلِ الْاِیْمَانِ قَالَ: ((اَنْ تُحِبَّ لِلّٰہِ وَ تُبْغِضَ لِلّٰہِ وَ تُعْمِلَ لِسَانَکَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ)) قَالَ وَمَا ذَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((وَاَنْ تُحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِکَ وَتَکْرَہَ لَھُمْ مَا تَکْرَہُ لِنَفْسِکَ)) (رواہ احمد)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے نبی ﷺ سے افضل ایمان کے متعلق سوال کیا (یعنی پوچھا کہ ایمان کا افضل درجہ کیا ہے؟ اور وہ کون سے اعمال و اخلاق ہیں جن کے ذریعے اُس کو حاصل کیا جاسکتا ہے)۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”بس اللہ ہی کے لیے

کسی سے تمہاری محبت ہو اور اللہ ہی کے واسطے بغض و عداوت ہو اور دوسرے یہ کہ اپنی زبان کو تم اللہ کی یاد میں لگائے رکھو۔" حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! "اور یہ کہ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو اور اُن کے لیے بھی اُن چیزوں کو ناپسند کرو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو۔"

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اِس ارشاد میں افضل ایمان کے حصول کے لیے تین باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی بات یہ کہ اللہ ہی کے لیے دوستی اور دشمنی، دوسری بات زبان کا یادِ الٰہی میں مشغول رکھنا اور تیسرے یہ کہ بندگانِ خدا کی ایسی خیر خواہی چاہنا کہ جو اپنے لیے پسند ہو وہ سب کے لیے پسند کرنا اور جو اپنے لیے ناپسند ہو وہ کسی اور کے لیے بھی پسند نہ کرنا۔

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّہٗ قَالَ: ((مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے اللہ ہی کے لیے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لیے دشمنی کی اور اللہ ہی کے لیے دیا اور اللہ ہی کے واسطے منع کیا اور نہ دیا تو اُس نے اپنے ایمان کی تکمیل کر لی۔"

تشریح: یہ حدیثِ پاک ایک ایسے بندے کا حال بیان کر رہی ہے جس کے تعلق مع اللہ اور عبدیتِ کاملہ کی یہ کیفیت ہے کہ اُس نے اپنی تمام حرکات و سکنات اور اپنے جذبات کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع کر دیا ہے۔ وہ جس سے تعلق جوڑتا ہے اللہ ہی کی رضا کے لیے جوڑتا ہے اور جس سے توڑتا ہے اللہ ہی کے لیے توڑتا ہے۔ جس کو دیتا ہے اللہ ہی کے لیے دیتا ہے اور جس کو دینے سے ہاتھ روکتا ہے صرف اللہ ہی کی خوشنودی کے لیے روکتا ہے۔ اُس کے قلبی رجحانات اور جذبات مثلاً محبت اور عداوت اور اُس کے ظاہری افعال و حرکات، مثلاً کسی کو کچھ دینا یا نہ دینا، یہ سب اللہ ہی کے لیے ہیں۔ یہ وہ بندہ ہے جس نے ایمان میں درجۂ کمال حاصل کر لیا۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلَّا کَانَ لَہٗ مِنْ اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا

يَفْعَلُوْنَ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا لَا يُؤْمَرُوْنَ ، فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَيْسَ وَرَاءَ ذَالِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے جو پیغمبر بھی مجھ سے پہلے کسی امت میں بھیجے تو اُن کے کچھ لائق حواری اور اصحاب ہوتے تھے جو اُن کے طریقے پر چلتے اور اُن کے حکم کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ایسا ہوتا تھا کہ لائق ساتھیوں کے بعد نالائق لوگ اُن کے جانشین ہوتے تھے جو کہتے ایسی بات تھے جو خود نہیں کرتے تھے اور کرتے وہ کام تھے جن کا اُنہیں حکم ہی نہیں دیا گیا تھا۔ تو جس نے اُن کے خلاف اپنے ہاتھ سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے (بامرِ مجبوری) اُن کے خلاف زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے (بامرِ مجبوری) اُن کے خلاف دل سے جہاد کیا تو وہ مومن ہے، لیکن اِس کے بغیر تو رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔''

تشریع : اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں انبیاء کرامؑ کے نیک ساتھیوں کے ذکر کے بعد اُن کے ناخلف جانشینوں کے کردار کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ ناخلف لوگ اپنے تقدس کے اظہار کے لیے پارسائی کے دعوے کرتے ہیں لیکن عمل کے میدان میں خالی ہوتے ہیں۔ دوسروں کو تو اعمالِ خیر کی دعوت دیتے ہیں لیکن خود بے عمل ہوتے ہیں۔ عمل کے اعتبار سے اُن بدعات میں ملوث ہوتے ہیں جن کا حکم ہی نہیں دیا گیا۔ یہی آج ہمارے معاشرے کا حال ہے۔ فرائض سے غفلت ہے اور منکرات میں سرگرمی ہے۔ رسومات اور تہواروں میں بدعات کی بھرمار ہے۔ اِن حالات میں اللہ کے وہی بندے مومن ہیں جو حسبِ استطاعت اِن ناخلفوں کے خلاف ہاتھ یا زبان یا دل سے جہاد کریں۔ ہاتھ اور زبان سے جہاد یہ ہے کہ اُن کو درست کرنے اور صحیح راستے پر لانے کی کوشش کی جائے۔ دل سے جہاد یہ ہے کہ دل میں اُن کے کردار سے نفرت ہو اور وہ اُن کے خلاف غیظ و غضب سے بھرا ہوا ہو۔ جو شخص اپنے دل میں بھی اِس جہاد کا جذبہ نہ رکھتا ہو، اُس کا دل ایمان کی حرارت اور اُس کے سوز سے گویا بالکل ہی خالی ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ رَّاٰی

مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِيْمَانِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، فرماتے تھے: ''جو کوئی تم میں سے کسی بُرائی کو دیکھے تو لازم ہے کہ اگر طاقت رکھتا ہو تو اپنے ہاتھ سے (یعنی قوت سے) اُس کو بدلنے کی (یعنی درست کرنے کی) کوشش کرے اور اگر اِس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو پھر اپنی زبان ہی سے اُس کو بدلنے کی کوشش کرے، اور اگر اِس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو اپنے دل ہی میں اُسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں ہر بُرائی اور شرارت کو روکنے اور اُس کو بدل ڈالنے کی بقدرِ استطاعت سعی و کوشش کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس کوشش کے تین درجے بتائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ اگر طاقت اور اقتدار حاصل ہو اور اُس کے ذریعہ اُس برائی کو روکا جاسکتا ہو تو طاقت استعمال کر کے اُس کو روکا جائے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اگر طاقت و اقتدار اپنے ہاتھ میں نہیں ہے تو زبانی افہام و تفہیم اور پند و نصیحت ہی سے اُس کو روکنے کی اور اصلاح کی کوشش کی جائے۔ آخری درجہ یہ ہے کہ اگر حالات ایسے ناموافق ہیں اور اہلِ دین اِس قدر کمزور ہیں کہ اُس برائی کے خلاف زبان کھولنے کی بھی گنجائش نہیں ہے تو کم از کم دل سے اس کو بُرا سمجھا جائے۔ اُسے مٹانے اور بدل ڈالنے کا جذبہ دل میں رکھا جائے۔ اِس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے، مدد مانگی جائے اور تدبیریں سوچی جائیں۔

برائی سے روکنے کے آخری درجے کو حدیث میں ایمان کا کمزور درجہ قرار دیا گیا ہے۔ گویا غیرت دلائی گئی کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہ بیٹھے رہو۔ ہمت پیدا کرو اور زبان سے برائی کے خلاف آواز اُٹھاؤ۔ اِس سے آگے بڑھ کر وہ قوت حاصل کرنے کی کوشش کرو کہ بُرائی کو ہاتھ سے مٹا سکو۔

اِس حدیث کی رُو سے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ جس برائی کو وہ اپنی قوت سے روک سکتا ہے، روک دے۔ جس کے خلاف آواز اُٹھا سکتا ہے، تو آواز اٹھائے۔ اگر ایسا ممکن نہ تو کم از کم دل میں اُس کے خلاف نفرت کو پکا تا رہے اور اللہ تعالیٰ سے اُس کو مٹانے کے لیے مدد و نصرت کی دعائیں کرتا رہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَلَّمَا خَطَبَنَا نَبِیُّنَا ﷺ اِلَّا قَالَ فِیْ خُطْبَتِہٖ :((لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَھْدَ لَہٗ)) (رواہ البیھقی فی السنن الکبریٰ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور اُس میں یہ نہ ارشاد فرمایا ہو کہ: ”جس میں امانت کی پاسداری نہیں اُس میں ایمان نہیں اور جس میں عہد کی پابندی نہیں اُس میں دین نہیں۔“

تشریح : یہ حدیثِ مبارکہ خبردار کررہی ہے کہ امانت داری اور عہد کی پابندی سے کسی آدمی کا خالی ہونا دین وایمان کی حقیقت سے اُس کی محرومی اور بے نصیبی کی دلیل ہے۔ امانت داری اور ایفاءِ عہد ایمان واسلام کے لوازم میں سے ہیں۔ اِس طرح کے مضامین کی حدیثوں کا مقصد اور منشا یہ نہیں ہوتا کہ ایسا شخص اسلام کے دائرے سے بالکل نکل گیا اور اب اُس پر بجائے اسلام کے کفر کے احکام جاری ہوں گے۔ اِن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص ایمان کی اصل حقیقت اور اُس کے نور سے محروم ہے۔ اُس کا ایمان بہت ہی ناقص درجے کا اور بے جان ہے۔

ایمان میں خرابی ڈالنے والے اخلاق واعمال

✪ عَنْ بَھْزِبْنِ حَکِیْمٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ:((اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبِرُ الْعَسَلَ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

بہز بن حکیم اپنے والد حکیم کے واسطے سے اپنے دادا معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غصہ ایمان کو اِسی طرح خراب کردیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔“

تشریح : غصہ ایمان سوز کیفیت ہے۔ جب یہ آدمی پر سوار ہوتا ہے تو وہ اللہ کی طے کردہ حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔ اُس کی زبان سے وہ باتیں نکلتی ہیں اور وہ ایسی حرکات کا ارتکاب کرتا ہے جن سے اُس کا ایمان خراب اور دین برباد ہو جاتا ہے۔ اب وہ اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے اور اُس کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

✪ عَنْ اَوْسِ بْنِ شُرَحْبِیْلٍؓ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَنْ مَّشٰی مَعَ ظَالِمٍ لِّیُقَوِّیَہٗ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت اوس بن شُرَحبِیلَ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو شخص کسی ظالم کی مدد کے لیے اور اُس کا ساتھ دینے کے لیے چلا اور اُس کو اِس بات کا علم تھا کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔“

تشریح : ظلم کا ساتھ دینا اور ظالم کو ظالم جانتے ہوئے اُس کی مدد کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو اسلام سے نکل جانے والا قرار دیا ہے۔ اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ خود ظلم کرنا ایمان و اسلام کے کس قدر منافی ہے اور اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کے نزدیک ظالموں کا کیا درجہ ہے۔

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ : ((لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلاَ اللَّعَّانِ وَلاَ الْفَاحِشِ وَلاَ الْبَذِيْءِ)) (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”مومن لعن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ فحش گو اور بدکلام ہوتا ہے۔“

تشریح : دوسروں کے خلاف زبان درازی، فحش گوئی، بدکلامی اور اِسی طرح کی دیگر اخلاقی برائیاں ایمان کے منافی ہیں اور ایک مسلمان کو اِن سے پاک ہونا چاہیے۔

✪ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهُ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ جَبَانًا فَقَالَ: ((نَعَمْ)) فَقِيْلَ لَهُ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ بَخِيْلًا فَقَالَ: ((نَعَمْ)) فَقِيْلَ لَهُ اَيَكُوْنُ الْمُؤْمِنُ كَذَّابًا فَقَالَ: ((لاَ)) (رواه مالك)

حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ کیا مسلمان بزدل ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں! (مسلمان میں یہ کمزوری ہوسکتی ہے)“۔ پھر عرض کیا گیا کیا مسلمان بخیل ہوسکتا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں! (مسلمان میں یہ کمزوری بھی ہوسکتی ہے)“۔ پھر عرض کیا گیا: کیا مسلمان بہت جھوٹا ہوسکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں! (یعنی ایمان کے ساتھ بے باکانہ جھوٹ کی ناپاک عادت جمع نہیں ہوسکتی)۔

تشریح : بخل اور بزدلی اگرچہ بُری عادتیں ہیں، لیکن یہ دونوں انسان کی کچھ ایسی بشری

کمزوریاں ہیں کہ یہ ایک مسلمان میں بھی ہوسکتی ہیں۔ البتہ جھوٹ کی عادت میں اور ایمان میں ایسی دوری اور منافرت ہے کہ یہ دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے۔

✪ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا یَزْنِی الزَّانِیْ حِیْنَ یَزْنِیْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَسْرِقُ السَّارِقُ حِیْنَ یَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا یَنْتَهِبُ نُهْبَةً یَرْفَعُ النَّاسُ اِلَیْهِ فِیْهَا اَبْصَارَهُمْ حِیْنَ یَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ)) (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں زنا کرتا کوئی زنا کار جس وقت وہ زنا کرتا ہے اور وہ اُس وقت مومن ہو اور نہیں شراب پیتا کوئی شرابی جبکہ وہ شراب پیتا ہے اور وہ اُس وقت مومن ہو اور نہیں چوری کرتا کوئی چور جبکہ وہ چوری کرتا ہے اور وہ اُس وقت مومن ہو اور نہیں لوٹتا لوٹ کا کوئی مال کہ لوگ اُس کی طرف آنکھیں اٹھا اٹھا کر اُس کی لوٹ مار کو دیکھتے ہوں جبکہ وہ لوٹتا ہے اور وہ اس وقت مومن ہو۔''

تشریح: زنا، چوری، شراب نوشی، لوٹ مار اور بعض دیگر روایات کے مطابق خیانت اور قتلِ ناحق ایسی خبیث حرکتیں ہیں جو ایمان کے قطعاً منافی ہیں۔ جس وقت کوئی شخص یہ حرکتیں کرتا ہے اُس وقت اُس کا دل ایمان کے نور سے محروم ہوتا ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ایک شخص کو یقین ہو کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور پھر وہ ایسے خبیث جرائم کا ارتکاب کرے۔

ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ کچھ احادیث ایسی ہیں جن میں بعض بداعمالیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اِن کا مرتکب شخص مومن نہیں یا اُس میں ایمان نہیں۔ اِسی طرح وہ حدیثیں بھی ہیں جن میں بعض اعمالِ صالحہ کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اِن کا تارک ہو وہ ایمان سے خالی ہے یا مومن نہیں ہے۔ ایسی احادیث پڑھتے ہوئے ایک اصولی بات ملحوظ رکھنی چاہئے۔ اِن احادیث کا مقصد و منشاء یہ نہیں ہوتا کہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے بالکل نکل گیا ہے۔ اب اُس پر اسلام کے بجائے کفر کے احکام جاری ہوں گے۔ آخرت میں اُس کے ساتھ پکے کافروں والا معاملہ ہوگا۔ اِن کا مدعا صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اُس حقیقی ایمان سے محروم اور بے نصیب ہے جو ایک مسلمان کی اصلی شان ہے اور جو اللہ کو محبوب ہے۔ ایمان دل کی جس خاص کیفیت کا نام ہے وہ اگر

جاندار اور بیدار ہو، اور دل اُس کے نور سے منور ہو تو ہرگز آدمی سے ایسا کوئی کام نہیں ہو سکتا جو اللہ کو ناراض کردے۔ ایسے ناپاک گناہوں کے لیے آدمی کا قدم اُسی وقت اٹھتا ہے جبکہ دل میں ایمان کی شمع روشن نہ ہو، اور وہ خاص ایمانی کیفیت غائب ہوگئی ہو، یا کسی وجہ سے بے جان اور مضمحل ہوگئی ہو جو آدمی کو گناہوں سے بچانے والی طاقت ہے۔ پس اِن احادیث کو ''کفر کے فتوے'' اور فقہ کے ''قانونی فیصلے'' سمجھنا اور اِس بنیاد پر اِن گناہوں کے مرتکبین کو ملتِ اسلام سے خارج قرار دینا، جیسا کہ خوارج نے کیا تھا، اِن احادیث کے اصل مقصد اور رسول اللہ ﷺ کے طرزِ کلام کی خصوصیات سے ناواقفی اور ناآشنائی کا نتیجہ ہے۔

وسوسے ایمان کے منافی نہیں اور اُن پر مواخذہ بھی نہیں

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَسَأَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَایَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِهٖ ؟ قَالَ: ((وَقَدْ وَجَدْتُمُوْهُ؟)) قَالُوْا نَعَمْ قَالَ ((ذَاكَ صَرِیْحُ الْاِیْمَانِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے اصحاب ؓ میں سے کچھ لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے دلوں میں ایسے بُرے خیالات اور وسوسے پاتے ہیں کہ اُن کو زبان سے کہنا بھی بہت بُرا اور بہت بھاری معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کیا واقعی تمہاری یہ حالت ہے؟'' اُنہوں نے عرض کیا: ہاں! یہی حال ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ تو خالص ایمان ہے۔''

تشریح: نفس اور شیطان وساوس کے ذریعہ انسان کو گمراہ اور بدچلن کرنے کی کوشش کرتے ہی رہتے ہیں۔ جو انسان دین و شریعت کے خلاف وساوس سے گھبرائے اور اُن کو زبان سے کہنا انتہائی بُرا سمجھے تو اُس کی یہ حالت خالص ایمانی کیفیت ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا؟ مَنْ خَلَقَ کَذَا؟ حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ؟ فَاِذَا

بَلَغَهُ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْيَنْتَهِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ (جب ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے تو پھر) اللہ کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ پس سوال کا سلسلہ جب یہاں تک پہنچے تو چاہیے کہ بندہ اللہ سے پناہ مانگے اور رک جائے۔''

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَ لُوْنَ حَتّٰى يُقَالَ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰهَ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور چون و چرا کا سلسلہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائے گا کہ اللہ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ پس جس کو اِس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کر دے کہ اللہ پر تو میرا ایمان ہے۔''

تشریح: اِن ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہنمائی دی گئی کہ جب شیطان کسی کے دل میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جاہلانہ اور احمقانہ سوال ڈالے تو اُس کا سیدھا اور آسان علاج یہ ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے۔ خیال کو اُس سوال کی طرف سے پھیر لے اور صاف کہہ دے کہ مجھے اللہ پر ایمان کی روشنی نصیب ہو چکی ہے، لہٰذا میرے لیے یہ سوال قابلِ توجہ اور لائقِ غور ہے ہی نہیں۔ جس طرح کسی آنکھوں والے کے لیے یہ سوال لائقِ غور نہیں کہ سورج میں روشنی ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا وجود اُس کی ذاتی صفت ہے اور وہ تمام موجودات کو وجود بخشنے والا ہے، لہٰذا اُس کے خالق کے متعلق سوال احمقانہ، گمراہ کن اور شیطان کا پیدا کردہ وسوسہ ہے۔

ایمان واسلام کا خلاصہ اور اُس کا عطر

✪ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ لِيْ فِيْ

الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا اَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ قَالَ: ((قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ فَاسْتَقِمْ))

(رواہ مسلم)

حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اسلام کے بارے میں مجھے کوئی ایسی جامع اور شافی بات بتائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر میں کسی سے اس بارے میں کچھ نہ پوچھوں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''کہو میں اللہ پر ایمان لایا اور پھر پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک اس پر قائم رہو۔''

تشریح: اِس فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں انسان کی بخشش کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا الٰہ اور رب مان لے اور پھر اِس ایمان اور عبدیت کے تقاضوں کے مطابق ٹھیک ٹھیک چلنا اپنی زندگی کا دستور بنالے۔ یہ حدیثِ مبارکہ ''جوامع الکلم'' میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے اِن دولفظوں میں پورے اسلام کا خلاصہ آ گیا ہے۔ اللہ کو رب مان کر اُس پر استقامت ہی اسلام کی غرض وغایت بلکہ اُس کی روح ہے۔ تمام اوامر ونواہی اور جملہ احکامِ شریعت کے صحیح مکمل اور دائمی اتباع کا نام استقامت ہے۔ بندوں کے لیے اس سے آگے کوئی مقام نہیں۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

(الاحقاف: 13,14)

''بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے (اور ہم اسی کے بندے ہیں) اور پھر وہ اس پر مستقیم رہے تو انھیں کوئی خوف وخطر نہیں اور نہ اُن کو رنج وغم ہوگا۔ وہ سب جنتی ہیں، اپنے اعمال کے بدلہ میں وہ جنت ہی میں ہمیشہ رہیں گے۔''

بہر حال استقامت وہ چیز ہے کہ اُس کی تعلیم کے بعد کسی اور سبق کے لینے کی ضرورت نہیں رہتی اور بس وہی انسان کے لیے کافی ہے۔ بعض اکابر صوفیا کا قول ہے ''**اَلْاِسْتِقَامَةُ خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ كَرَامَةٍ**'' یعنی استقامت ہزاروں کرامتوں سے بہتر اور بالاتر ہے۔

✪ عَنْ تَمِيْمٍ الدَّارِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ)) قُلْنَا لِمَنْ؟ قَالَ:

((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ)) (رواہ مسلم)

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''دین نام ہے خلوص اور وفاداری کا۔'' ہم نے عرض کیا کہ کس کے ساتھ خلوص اور وفاداری؟ ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ، اللہ کی کتاب کے ساتھ، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ، مسلمانوں کے سرداروں اور پیشواؤں کے ساتھ اور اُن کے عوام کے ساتھ۔''

تشریح : یہ حدیثِ مبارکہ بھی ''جوامع الکلم'' میں سے ہے۔ اِس میں دی گئی ہدایت پر عمل کر لینا گویا کل دین کے مقصد کو پورا کرنا ہے کیونکہ دین کا کوئی شعبہ اور گوشہ ایسا نہیں ہے جو اِس حدیث کے مضمون سے باہر رہ گیا ہو۔ اِس حدیث میں اللہ تعالیٰ، اُس کی کتاب، اُس کے رسول ﷺ، پیشوایانِ امت اور عام مسلمانوں کے ساتھ خلوص و وفاداری کو دین بتایا گیا ہے اور یہی کل دین ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص و وفاداری کا مطلب یہ ہے کہ اُس پر ایمان لایا جائے، ممکن حد تک اُس کی معرفت حاصل کی جائے، اُس کے ساتھ انتہائی محبت کی جائے، اُس کی اطاعت کی جائے، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے اور مالک و مقتدر جانتے ہوئے اُس سے ڈرا جائے۔ غرض پورے اخلاص و وفا کے ساتھ عبدیت کا حق ادا کیا جائے۔ کتاب اللہ کے ساتھ وفاداری یہ ہے کہ اُس پر ایمان لایا جائے، اُس کا علم حاصل کیا جائے، اُس کا علم پھیلایا جائے اور اُس پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خلوص و وفا یہ ہے کہ اُن کی رسالت کی تصدیق کی جائے، اُن کی تعظیم و توقیر کی جائے، اُن کی سنتوں سے محبت کی جائے، اُن کی تعلیمات پر عمل کیا جائے اور دل و جان سے اُن کی پیروی و غلامی میں اپنی نجات سمجھی جائے۔ مسلمانوں کے سرداروں اور پیشواؤں کے ساتھ خلوص و وفاداری یہ ہے کہ اُن کے ساتھ نیک گمان رکھا جائے، اُن کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں اُن کی مدد کی جائے، اُنہیں مفید مشورے دیے جائیں، معروف کی حد تک اُن کی بات مانی جائے اور اگر اُن سے کوئی غفلت اور غلطی ہوتی نظر آئے تو بہتر طریقہ پر اُس کی اصلاح اور درستی کی کوشش کی جائے۔ عام مسلمانوں کے ساتھ خلوص و وفا یہ ہے کہ اُن کی ہمدردی و خیر خواہی کا پورا پورا خیال رکھا جائے، اُن کا نفع اپنا نفع اور اُن کا نقصان اپنا نقصان سمجھا جائے اور ممکن حد تک اُن کی خدمت اور مدد سے دریغ نہ کیا جائے۔

اِس تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حدیثِ پاک کس طرح پورے دین کا احاطہ کر رہی ہے اور

دین کے تمام شعبوں کو مختصر الفاظ میں بیان کر رہی ہے۔ اِس حدیث پر صحیح طور سے عمل کرنا گویا پورے دین پر عمل کرنا ہے۔

مرنے کے بعد
برزخ — احوالِ قیامت

برزخ کی کیفیت

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : ((اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا مَاتَ عُرِضَ عَلَيْهِ مَقْعَدُهٗ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ اِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَمِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَاِنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَمِنْ اَهْلِ النَّارِ فَيُقَالُ هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جب مر جاتا ہے تو صبح وشام اُس کے سامنے اُس کا ٹھکانا پیش کیا جاتا ہے۔ اگر وہ جنتیوں میں سے ہے تو جنتیوں کے مقام میں سے (اُس کا ہونے والا جو مقام) اور اگر وہ دوزخیوں میں سے ہوتا ہے تو دوزخیوں کے مقام میں سے (اُس کا ہونے والا جو مقام)۔ پھر کہا جاتا ہے کہ یہ ہے تیرا مستقل ٹھکانا۔ یہ اُس وقت ہوگا جب اللہ تجھے اٹھائے گا قیامت کے دن۔''

تشریح : قبر میں روزانہ صبح وشام جنتیوں کو اپنا مقام دیکھ کر غیر معمولی لذت ومسرت حاصل ہو گی، یہ ہے قبر کا ثواب۔ دوزخیوں کو دوزخ کا اپنا ٹھکانا دیکھ کر روزانہ صبح وشام جو رنج وغم ہوگا، اِس دنیا میں کوئی اُس کا اندازہ نہیں کر سکتا، یہ ہے قبر کے عذاب کی ایک صورت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اہلِ جنت میں شامل فرمائے اور قبر کے عذاب سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

اِس زمانہ میں موت کے بعد کی کیفیت کے بیان پر مشتمل احادیث کے بارے میں بعض لوگ شکوک وشبہات کا اظہار کرتے ہیں۔ اُنہیں یہ بات پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ انبیاءؑ کا ایک خاص کام ہمیں اُن باتوں سے آگاہ کرنا ہے جن کے ہم ضرورت مند تو ہیں لیکن اپنی عقل اور حواس

سے اُن کو نہیں جان سکتے۔انبیاءؑ کے لیے یقینی علم کا ایک خاص ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے جو دوسرے عام انسانوں کے پاس نہیں ہے۔اُن کو اِسی ذریعہ سے اُن چیزوں کا علم ہوتا ہے جن کو ہم اپنی آنکھوں، کانوں اور اپنی عقل وفہم سے دریافت نہیں کر سکتے۔کسی نبی کو نبی مان لینے اور اُن پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ہم نے اِس بات کو تسلیم کرلیا اور پورے یقین کے ساتھ قبول کرلیا کہ وہ ایسی باتیں ہمیں بتاتے ہیں جن کو ہم خود نہیں جان سکتے۔وہ وحی کی بنیاد پر جو خبریں ہمیں دیتے ہیں وہ سب حرف بحرف صحیح ہیں۔اُن میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔لہٰذا ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ قبر کے بارے میں اُن کی دی ہوئی خبریں بھی سو فیصد حق ہیں۔

✪ عَنْ هَانِئٍ مَوْلٰى عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ عُثْمَانُ اِذَا وَقَفَ عَلٰى قَبْرٍ يَبْكِىْ حَتّٰى يَبُلَّ لِحْيَتَهٗ فَقِيْلَ لَهٗ تَذْكُرُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ وَلَا تَبْكِىْ وَ تَبْكِىْ مِنْ هٰذَا ؟ قَالَ: ((اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَامِنْهُ فَمَابَعْدَهٗ اَيْسَرُ مِنْهُ وَ اِنْ لَّمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ مِنْهُ))قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم :((مَا رَاَيْتُ مَنْظَرًا قَطُّ اِلَّا وَالْقَبْرُ اَفْظَعُ مِنْهُ)) (رواه ابن ماجه)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ جب وہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو بہت روتے یہاں تک کہ آنسوؤں سے اُن کی داڑھی تر ہوجاتی۔اُن سے پوچھا گیا یہ کیا بات ہے کہ آپ جنت ودوزخ کو یاد کرتے ہیں تو نہیں روتے اور قبر کی وجہ سے اِس قدر روتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ”بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے، پس اگر بندہ اِس سے نجات پا گیا تو آگے کی منزلیں اِس سے زیادہ آسان ہیں اور اگر بندہ قبر کی منزل سے نجات نہ پا سکا تو بعد کی منزلیں اِس سے زیادہ سخت ہیں۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مزید کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے: ”نہیں دیکھا میں نے کوئی منظر مگر یہ کہ قبر کا منظر اُس سے زیادہ خوف ناک اور شدید ہے۔“

✪ عَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ: ((اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَسَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ)) (رواه ابو داؤد)

حضرت عثمان ﷛ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب بھی میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو قبر کے پاس کھڑے ہوتے اور فرماتے: ''اپنے اس بھائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اُسے سوالوں کے جواب میں ثابت قدم رکھے، کیونکہ اِس وقت اُس سے پوچھ گچھ ہوگی۔''

✪ عَنْ جَابِرٍ ﷛ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَوْمًا اِلٰى سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ ﷛ حِيْنَ تُوُفِّيَ قَالَ: فَلَمَّا صَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَوُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَسُوِّيَ عَلَيْهِ سَبَّحَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَبَّحْنَا طَوِيْلًا ثُمَّ كَبَّرَ فَكَبَّرْنَا فَقِيْلَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ فَقَالَ: ((لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ)) (رواہ احمد)

حضرت جابر ﷛ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت سعد بن معاذ ﷛ کی وفات ہوئی تو ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اُن کے جنازے پر گئے۔ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھا دی اور اُن کو قبر میں اُتار کر قبر برابر کردی گئی تو رسول اللہ ﷺ نے سبحان اللہ، سبحان اللہ کہا۔ پس ہم بھی (آپ ﷺ کی اتباع میں) دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے رہے۔ پھر آپ ﷺ نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا تو ہم بھی اللہ اکبر اللہ اکبر کہنے لگے۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اُس وقت آپ ﷺ کی اِس تسبیح اور تکبیر کا کیا خاص سبب تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے اس نیک بندے پر اُس کی قبر تنگ ہوگئی تھی (جس سے اُس کو تکلیف تھی) یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے تنگی کی اِس کیفیت کو دور فرما کر کشادگی پیدا فرمادی اور اُس کی تکلیف دور کردی۔''

تشریح: یہ سعد بن معاذ انصاری ﷛ قبیلہ اوس کے سردار اور رسول اللہ ﷺ کے قریبی ساتھی تھے۔ سن ۵ ہجری میں غزوۂ خندق کے دوران زخمی ہوئے اور بعد ازاں اُن کا وصال ہوا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اُن کے بارے میں فرمایا کہ ستر ہزار فرشتوں نے اُن کے جنازے میں شرکت کی اور آسمان کے دروازے اُن کے لیے کھولے گئے۔ باوجود اِس سب کے، قبر کی تنگی کی تکلیف کا اُن کو بھی سامنا کرنا پڑا اگرچہ فوراً ہی قبر وسیع کردی گئی۔ ہم جیسے گناہ گاروں

کے لیے اِس واقعہ میں بڑا انتباہ اور بڑا سبق ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنَا! اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا! آمین

احوالِ قیامت

✪ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ ﴿یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا﴾ قَالَ: ((اَتَدْرُوْنَ مَا اَخْبَارُھَا)) قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ: ((فَاِنَّ اَخْبَارَھَا اَنْ تَشْھَدَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ اَوْ اَمَۃٍ بِمَا عَمِلَ عَلٰی ظَھْرِھَا تَقُوْلُ: عَمِلَ یَوْمَ کَذَا وَکَذَا فَھٰذِہٖ اَخْبَارُھَا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ زلزال کی یہ آیت تلاوت فرمائی "یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَھَا" (قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی) پھر حاضرین سے پوچھا: "کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟" اُنہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اُس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندہ یا ہر بندی کے متعلق اُس عمل کی گواہی دے گی جو اُس نے اُس کی پشت پر کیا یعنی وہ کہے گی اُس نے فلاں دن میرے اوپر فلاں، فلاں اور فلاں کام کیا تھا، پس یہ ہیں زمین کی خبریں (جو قیامت کے دن وہ بیان کرے گی)۔"

تشریح: انسان جو عمل زمین کے جس حصے پر کرتا ہے زمین کا وہ حصہ اُس کو محفوظ رکھتا ہے اور روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے سامنے اُس کی گواہی دے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُس دن کی رسوائی سے محفوظ فرمائے۔ آمین! اِن خبروں کو سمجھنا پہلے شاید مشکل ہو لیکن اب تو مختلف قسم کے ریکارڈرز وغیرہ کی ایجادوں نے اِن کا سمجھنا اور اِن پر یقین کرنا سب کے لیے آسان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سچ ثابت ہو گیا کہ ﴿سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ﴾ (حم السجدۃ آیت ۵۳) (ہم عنقریب اُن کو دکھائیں گے اپنی نشانیاں آفاق میں بھی اور خود اُن کے اپنے اندر بھی، یہاں تک کہ یہ بات اُن کے لیے واضح ہو جائے گی کہ یہ قرآن حق ہے)۔

✪ عَنِ الْمِقْدَادِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: ((تُدْنِی الشَّمْسُ یَوْمَ

الْقِيٰمَةِ مِنَ الْخَلْقِ حَتّٰى تَكُوْنَ مِنْهُمْ كَمِقْدَارِ مِيْلٍ فَيَكُوْنُ النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ اَعْمَالِهِمْ فِي الْعَرْقِ فَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى كَعْبَيْهِ وَ مِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنُ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّكُوْنَ اِلٰى حَقْوَيْهِ وَمِنْهُمْ مَنْ يُّلْجِمُهُ الْعَرْقُ اِلْجَامًا)) قَالَ: وَاَشَارَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اِلٰى فِيْهِ (رواہ مسلم)

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا یہ ارشاد فرما رہے تھے: ''قیامت کے دن سورج مخلوق سے بہت قریب ہو جائے گا یہاں تک کہ اُن سے صرف ایک میل کے بقدر رہ جائے گا۔ پھر (اُس کی گرمی سے) لوگ بقدر اپنے اعمال کے پسینہ پسینہ ہو جائیں گے (یعنی جس کے اعمال جتنے بُرے ہوں گے اُس کا اُسی قدر زیادہ پسینہ چھوٹے گا)۔ پس بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ اُن کے ٹخنوں تک آئے گا اور بعض کا پسینہ اُن کے گھٹنوں تک ہوگا، اور بعض کا اُن کے کولہوں کے اوپر تک (یعنی کمر تک) اور بعض وہ ہوں گے جن کا پسینہ اُن کے منہ میں جارہا ہوگا۔'' کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دہن مبارک کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے دکھایا (کہ اُن کا پسینہ یہاں تک پہنچ رہا ہوگا اور اُن کے منہ میں جارہا ہوگا)۔''

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ: صِنْفًا مُشَاةً وَصِنْفًا رُكْبَانًا وَ صِنْفًا عَلٰى وُجُوْهِهِمْ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَكَيْفَ يَمْشُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؟ قَالَ: ((اِنَّ الَّذِیْ اَمْشَاهُمْ عَلٰى اَقْدَامِهِمْ قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُمْ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اَمَا اِنَّهُمْ يَتَّقُوْنَ بِوُجُوْهِهِمْ كُلَّ حَدَبٍ وَشَوْكٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب آدمی تین گروہوں میں اٹھائے جائیں گے، ایک گروہ پیدل چلنے والوں کا، ایک گروہ سواروں کا، اور ایک گروہ منہ کے بل چلنے والوں کا۔'' عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ (تیسرے گروہ والے) منہ کے بل کس طرح چل سکیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس اللہ نے اُنہیں

پاؤں کے بل چلایا ہے وہ اِس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ اُنہیں منہ کے بل چلائے۔ جان لو کہ یہ لوگ اپنے منہ کے ذریعے ہی زمین کے ہر ٹیلے، ٹھیرے اور ہر کانٹے سے بچیں گے۔''

تشریح : حدیثِ پاک میں جن تین گروہوں کا ذکر ہے، شارحین نے اُن کی تفصیل اِس طرح بیان کی ہے۔ پیدل چلنے والا گروہ عام اہل ایمان کا ہوگا۔ سواریوں والا گروہ خاص مقربین کا گروہ ہوگا۔ منہ کے بل چلنے والے وہ بدنصیب ہوں گے جنہوں نے دنیوی زندگی میں انبیاءؑ کی تعلیم اور ہدایت کے مطابق سیدھا چلنا قبول نہیں کیا اور مرتے دم تک وہ الٹے ہی چلتے رہے۔ قیامت کے دن جہنم میں داخل ہونے سے پہلے اُنہیں یہ سزا ملے گی کہ سیدھے چلنے کے بجائے وہ الٹے منہ کے بل جہنم کی طرف چلائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جس طرح اِس دنیا میں چلنے والے راستے کی اونچ نیچ، جھاڑیوں اور کانٹوں سے اپنے پاؤں کے ذریعہ بچ کر نکلتے ہیں، منہ کے بل چلنے والے وہاں اِن رکاوٹوں سے اپنے چہروں ہی کے ذریعہ بچ کر نکلیں گے۔ یعنی یہاں پر جو کام پاؤں سے کیے جاتے ہیں، وہاں مجرمین کو وہ سب کام چہروں سے کرنے پڑیں گے۔ قرآنِ مجید میں مجرمین کی اِس سزا کا ذکر یوں کیا گیا:

﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ (الفرقان: 34)

''اور وہ لوگ جو کہ جمع کیے جائیں گے اپنے چہروں پر جہنم کی طرف، یہ وہ لوگ ہیں جو کہ درجے کے اعتبار سے بدترین ہیں اور جو بھٹکے ہوئے ہیں راستے کے اعتبار سے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اِس برے انجام سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((مَا مِنْ اَحَدٍ يَّمُوْتُ اِلَّا نَدِمَ)) قَالُوْا وَمَا نَدَامَتُهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ؟ قَالَ :((اِنْ كَانَ مُحْسِنًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ ازْدَادَ وَاِنْ كَانَ مُسِيْئًا نَدِمَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ نَزَعَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بھی مرے، گا اُسے (مرنے کے بعد اپنی زندگی پر) ندامت اور پشیمانی ضرور ہوگی۔'' عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اُس کو ندامت کیوں ہوگی اور اِس کا کیا سبب ہوگا؟ آپ ﷺ

نے فرمایا: ''اگر مرنے والا نیکوکار ہوگا تو اُسے اِس پر ندامت اور حسرت ہوگی کہ اُس نے نیکوکاری میں اور زیادہ ترقی کیوں نہیں کی (اور جو نیکیاں وہ کما کے لایا ہے اُس سے زیادہ کیوں نہیں کما کے لایا) اور اگر وہ گناہ گار ہوگا تو اُسے اِس پر ندامت و حسرت ہوگی کہ وہ گناہوں سے باز کیوں نہیں آیا۔''

قیامت میں حقوق العباد کا انصاف

✪ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَجُلًا قَعَدَ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِيْ مَمْلُوْكِيْنَ يُكَذِّبُوْنَنِيْ وَيَخُوْنُوْنَنِيْ وَيَعْصُوْنَنِيْ وَاَشْتِمُهُمْ وَاَضْرِبُهُمْ فَكَيْفَ اَنَا مِنْهُمْ؟ قَالَ: ((يُحْسَبُ مَا خَانُوْكَ وَعَصَوْكَ وَكَذَّبُوْكَ وَعِقَابُكَ اِيَّاهُمْ، فَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ بِقَدْرِ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ كَفَافًا، لَا لَكَ وَلَا عَلَيْكَ، وَاِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ دُوْنَ ذُنُوْبِهِمْ كَانَ فَضْلًا لَكَ وَ اِنْ كَانَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ فَوْقَ ذُنُوْبِهِمْ اُقْتُصَّ لَهُمْ مِنْكَ الْفَضْلُ)) قَالَ: فَتَنَحَّى الرَّجُلُ فَجَعَلَ يَبْكِيْ وَيَهْتِفُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَمَا تَقْرَءُ كِتَابَ اللّٰهِ ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ الانبياء: ٤٧)) فَقَالَ الرَّجُلُ: وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَا اَجِدُ لِيْ وَلَهُمْ شَيْئًا خَيْرًا مِنْ مُفَارَقَتِهِمْ، اُشْهِدُكَ اَنَّهُمْ اَحْرَارٌ كُلُّهُمْ (رواہ الترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا پھر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس کچھ غلام ہیں جو (بعض اوقات) مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میری چیزوں میں خیانتیں کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں (اِن حرکتوں پر) اُنہیں گالیاں دیتا ہوں اور مارتا ہوں۔ پس میرا کیا حال ہوگا اُن کی وجہ سے روزِ قیامت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے غلاموں نے تمہارے ساتھ جو خیانت کی، تمہاری نافرمانی

کی اور تم سے جو جھوٹ بولے اور پھر تم نے اُن کو جو سزائیں دیں، اُن سب کا پورا پورا حساب کیا جائے گا۔ پس اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں کے بقدر ہی ہوگی تو معاملہ برابر پر ختم ہو جائے گا، نہ تم کو کچھ ملے گا اور نہ تمھیں کچھ دینا پڑے گا۔ اور اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں سے کم ثابت ہوگی تو تمھارا فاضل حق تمھیں وہاں ملے گا۔ اور اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں سے زیادہ ثابت ہوگی تو تم سے اِس کا بدلہ اور قصاص اُن کو دلوایا جائے گا۔'' (یہ جواب سن کر) وہ شخص آپ ﷺ کے پاس سے ایک طرف کو ہٹ کر رونے اور چلانے لگا (یعنی قیامت کے محاسبہ کے خوف سے اُس پر یہ گریہ طاری ہو گیا) رسول اللہ ﷺ نے پھر اُس سے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہیں پڑھا؟ ''اور ہم قائم کریں گے قیامت کے دن انصاف کی میزانیں، پس نہیں ظلم ہوگا کسی نفس پر کچھ بھی اور اگر ہوگا کسی کا عمل یا حق رائی کے ایک دانہ کے برابر حاضر کریں گے ہم اُس کو بھی اور کافی ہیں ہم حساب کرنے والے۔''

اُس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم (یہ سب کچھ سننے کے بعد) میں اپنے لیے اور اُن کے لیے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ (اللہ کی رضا کے لیے آزاد کر کے) اُن کو اپنے سے الگ کر دوں۔ میں آپ ﷺ کو گواہ کرتا ہوں اب وہ سب کے سب آزاد ہیں۔

تشریح : حقیقی ایمان کی یہی شان ہے اور سچے مومنوں کا یہی طرزِ عمل ہونا چاہیے کہ جس چیز میں آخرت کا خطرہ نظر آئے اُس سے بچا جائے، اگرچہ دُنیوی نقطۂ نظر سے اُس میں اپنا کتنا ہی نقصان ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

روزِ قیامت مومنوں کی کیفیت

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ سُئِلَ النَّبِیُّ ﷺ عَنْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ مَا طُوْلُ ھٰذَا الْیَوْمِ؟ فَقَالَ: ((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّہٗ لَیُخَفَّفُ عَلَی الْمُؤْمِنِ حَتّٰی یَکُوْنَ اَھْوَنَ عَلَیْہِ مِنَ الصَّلٰوۃِ الْمَکْتُوْبَۃِ یُصَلِّیْھَا فِی الدُّنْیَا))

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اُس دن کی طوالت کا کیا حال ہوگا جس کا حساب (قرآنِ مجید کے مطابق) پچاس ہزار برس کا

ہوگا۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ سچے مومن کے حق میں یہ دن بہت ہلکا اور خفیف کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ اُس کے لیے اُس وقت سے بھی ہلکا ہوگا جتنے وقت میں وہ دنیا میں ایک فرض نماز ادا کرتا تھا۔''

تشریح: نبی اکرم ﷺ نے اِس ارشاد میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو جو جواب دیا اُس کا اشارہ قرآنِ مجید میں بھی موجود ہے۔ سورۂ مدثر آیات ۸ تا ۱۰ میں فرمایا گیا:

﴿فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ○ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ○ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ﴾

''تو جب صور پھونک دیا جائے گا۔ تو وہ دن بڑا سخت ہوگا۔ ایمان نہ لانے والوں کے لیے آسان نہ ہوگا۔''

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سخت اور بھاری دن ایمان والوں کے حق میں سخت اور بھاری نہ ہوگا بلکہ آسان اور ہلکا کر دیا جائے گا۔

قیام اللیل کا انعام

✪ عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رضی اللہ عنہا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((يُحْشَرُ النَّاسُ فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيُنَادِيْ مُنَادٍ فَيَقُوْلُ اَيْنَ الَّذِيْنَ كَانَتْ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ فَيَقُوْمُوْنَ وَهُمْ قَلِيْلٌ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ ثُمَّ يُؤْمَرُ بِسَائِرِ النَّاسِ اِلَى الْحِسَابِ)) (رواه البيهقي في شعب الايمان)

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے دن سب لوگ (زندہ کیے جانے کے بعد) ایک وسیع اور ہموار میدان میں جمع کیے جائیں گے۔ پھر اللہ کا منادی پکارے گا کہ کہاں ہیں وہ بندے جن کے پہلو راتوں کو بستروں سے الگ رہتے تھے (یعنی جو اپنے بستر چھوڑ کر تہجد پڑھتے تھے)۔ پس وہ اُس پکار پر کھڑے ہو جائیں گے اور اُن کی تعداد زیادہ نہ ہوگی۔ پھر وہ اللہ کے حکم سے بغیر حساب کتاب کے جنت میں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد باقی تمام لوگوں کے لیے حکم ہوگا کہ وہ حساب کے لیے حاضر ہوں۔''

اخلاقیات

کتاب المعاشرت

حقوق العباد کا مسئلہ اِس لحاظ سے زیادہ اہم اور نازک ہے کہ اگر اِس معاملہ میں کوئی کوتاہی یا ظلم ہو جائے یعنی کسی بندے کے ساتھ زیادتی یا حق تلفی ہو جائے تو اِس کی معافی کی صرف یہی صورت ہے کہ یا تو اِس دنیا میں اُس بندے کا حق ادا کر دیا جائے یا اُس سے معافی حاصل کر لی جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات بھی یہاں نہ ہو سکی تو آخرت میں اُس کا بھاری معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔ اُس کوتاہی یا ظلم کے بدلے میں (نعوذ باللہ) آخرت کا سخت عذاب بھگتنا ہوگا۔ اِس عذاب کی تفصیل متعدد احادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے:

✪ ((مَنْ كَانَتْ لَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ مِنْ عِرْضِهِ أَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ أَنْ لَا يَكُونَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنْ كَانَ لَهُ عَمَلٌ صَالِحٌ أُخِذَ مِنْهُ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَحُمِلَ عَلَيْهِ))

(رواہ البخاری)

''جس کسی نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو، اس کی آبرو ریزی کی ہو یا کسی اور معاملہ میں حق تلفی کی ہو تو اُس کو چاہیے کہ آج ہی (اور اِسی زندگی میں) اُس سے معاملہ صاف کرا لے، آخرت کا وہ دن آنے سے پہلے جب اُس کے پاس ادا کرنے کے لیے درہم و دینار میں سے کچھ بھی نہ ہوگا کہ اُس کے ظلم کے بقدر مظلوم کو دلا دیے جائیں۔ اگر اس کے پاس نیکیاں ہوں گی تو ظلم کے بقدر لے لی جائیں گی اور اگر وہ نیکیوں سے بھی خالی ہاتھ ہوگا تو مظلوم کے کچھ گناہ اُس پر لاد دیے جائیں گے (اور اس طرح انصاف کا تقاضا پورا کیا جائے گا)۔''

شعب الایمان میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے

✪ ((اَلدَّوَاوِيْنُ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُ اللّٰهُ اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ بِقَوْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُهُ اللّٰهُ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ حَتّٰى يَقْتَصَّ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ وَدِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ ظُلْمَ الْعِبَادِ فِيْمَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ اللّٰهِ فَذَاكَ اِلَى اللّٰهِ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْهُ))

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

''اعمال نامے (جن میں بندوں کے گناہ لکھے گئے ہیں) تین قسم کے ہیں: ایک وہ جن کی ہرگز معافی اور بخشش نہ ہوگی جیسے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اللہ تعالیٰ شرک کا گناہ ہرگز نہیں بخشے گا۔'' اور گناہوں کی ایک وہ فہرست ہے جس کو اللہ تعالیٰ انصاف کے بغیر نہ چھوڑے گا۔ وہ بندوں کے باہمی مظالم، زیادتیاں اور حق تلفیاں ہیں، اُن کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ اور ایک فہرست گناہوں کی وہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ کو زیادہ پرواہ نہیں، یہ بندوں کے وہ مظالم ہیں جن کا تعلق اُن سے اور اللہ سے ہے۔ اُن کے بارے میں فیصلہ بس اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو سزا دے اور چاہے تو بالکل معاف کر دے۔''

پھر حقوق العباد سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیم و ہدایت کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک وہ حصہ جس کا تعلق معاشرتی آداب و احکام سے ہے۔ مختلف رشتہ داروں، پڑوسیوں، ماتحتوں اور خادمین، چھوٹوں اور بڑوں، کمزوروں اور ناداروں، عام مخلوقات وغیرہ کے ساتھ رویہ اور تعلق کے بارے میں ہدایات اِس حصہ میں شامل ہیں۔ پھر آپس میں ملنے جلنے، ہنسنے بولنے، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، شادی بیاہ اور خوشی یا غم کے موقعوں کے حوالے سے احکام و آداب کا بیان بھی اِسی حصہ کے ذیل میں آتا ہے۔ اِس حصہ کا جامع عنوان معاشرت ہے۔

حقوق العباد سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں معاشی و مالی معاملات مثلاً خرید و فروخت، تجارت و زراعت، قرض و امانت، ہبہ و وصیت، محنت و مزدوری یا باہمی نزاعات میں عدل و انصاف، محکمہ و قضا اور شہادت و وکالت وغیرہ سے متعلق ہدایات دی گئی ہیں۔ اِس حصہ کا جامع عنوان معاملات ہے۔

معاشرت و معاملات کی خصوصی اہمیت

معاشرت و معاملات اس لحاظ سے شریعت کے نہایت اہم ابواب ہیں کہ اِن میں ہدایتِ رہانی اور خواہشاتِ نفسانی اور احکامِ شریعت اور دنیوی مصلحت و منفعت کی کشمکش دوسرے تمام ابواب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی و تابعداری اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی و فرمانبرداری کا جیسا امتحان ان میدانوں میں ہوتا ہے دوسرے کسی میدان میں نہیں ہوتا۔ آیئے اِن ابواب کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں:

معاشرت

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اِفْتَحُوْا عَلٰى صِبْيَانِكُمْ اَوَّلَ كَلِمَةٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَقِّنُوْهُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ)) (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا'' اپنے بچوں کی زبان سے سب سے پہلے ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہلواؤ اور موت کے وقت اُن کو اِسی کلمہ'' لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی تلقین کرو۔''

تشریح: انسانی ذہن کی صلاحیتوں کے بارے میں جدید تجربات اور تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پیدائش کے وقت ہی سے بچہ جو آوازیں کان سے سنتا ہے اور جو مناظر آنکھوں سے دیکھتا ہے، اُس کا اثر لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پیدا ہونے کے بعد اُس کے کانوں میں اذان و اقامت پڑھنے کی جو ہدایت عطا فرمائی ہے، اس سے بھی مذکورہ بالا بات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ گویا ابتدا ہی سے بچہ کو ذہن نشین کرایا جائے کہ تمھارا مالک و معبود اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

✪ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖؓ [1] قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلٰوةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِى الْمَضَاجِعِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) روایت ہے عمرو بن شعیبؒ سے۔ وہ روایت کرتے ہیں اپنے والد شعیب سے اور وہ روایت کرتے ہیں اپنے دادا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے۔

”تمہارے بچے جب سات سال کے ہو جائیں تو اُنہیں نماز کی تاکید کرو اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز میں کوتاہی کرنے پر اُنہیں سزا دو اور اُن کے بستر بھی الگ الگ کر دو۔“

تشریح: بچوں کی تربیت کرنا والدین کی ذمہ داری ہے اور روزِ قیامت اُن سے اِس بارے میں باز پرس ہو گی۔ عام طور سے بچے سات سال کی عمر میں سمجھدار اور باشعور ہو جاتے ہیں۔ اُس وقت سے اُن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے راستے پر ڈالنا چاہیے۔ اِس حوالے سے اُنہیں سب سے پہلے نماز کی پابندی کرانی چاہیے۔ پھر دس سال کی عمر میں اُن کا شعور کافی ترقی کر جاتا ہے اور بلوغ کا زمانہ قریب آ جاتا ہے۔ اُس وقت نماز کے معاملہ میں اگر وہ کوتاہی کریں تو مناسب طور پر اُن کی سرزنش کرنی چاہیے تاکہ وہ بالغ ہونے سے پہلے پہلے نماز کے عادی ہو جائیں۔ نیز اِس عمر کو پہنچ جانے پر اُن کو علیحدہ سلانا چاہیے۔ ایک ساتھ اور ایک ہی بستر پر سلانا مناسب نہیں۔

لڑکیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی خصوصی اہمیت

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ وُّلِدَتْ لَهٗ اِبْنَةٌ فَلَمْ يَئِدْهَا وَلَمْ يُهِنْهَا وَلَمْ يُؤْثِرْ وَلَدَهٗ عَلَيْهَا يَعْنِى الذَّكَرَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ بِهَا الْجَنَّةَ))
(رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو، پھر وہ نہ تو اُسے کوئی ایذا پہنچائے اور نہ اُس کی توہین اور ناقدری کرے، اور نہ محبت اور برتاؤ میں لڑکوں کو اُس پر ترجیح دے (یعنی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرے جیسا کہ لڑکوں کے ساتھ کرتا ہے) تو اللہ تعالیٰ لڑکی کے ساتھ اِس حُسنِ سلوک کے صلے میں اُسے جنت عطا فرمائے گا۔“

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَوُّوْا بَيْنَ اَوْلَادِكُمْ فِى الْعَطِيَّةِ فَلَوْ كُنْتُ مُفَضِّلًا اَحَدًا فَضَّلْتُ النِّسَاءَ۔)) (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”اپنی سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو۔ اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو ترجیح دیتا۔ (یعنی اگر مساوات اور برابری ضروری نہ ہوتی تو میں حکم دیتا کہ لڑکیوں کو لڑکوں سے زیادہ دیا جائے)۔“

تشریح: اس حدیث کی روشنی میں فقہاء کی ایک جماعت نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر ماں باپ اپنی زندگی کے دوران اولاد میں وراثت تقسیم کرنا چاہیں تو انہیں لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر کا حصہ دینا چاہیے۔ البتہ ماں باپ کے انتقال کے بعد میراث میں لڑکیوں کا حصہ لڑکوں سے نصف ہے۔

نکاح اور شادی کی ذمہ داری

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ وُلِدَلَهٗ وَلَدٌ فَلْيُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَاَدَّبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰى اَبِيْهِ)) (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت ابو سعید خدری ؓ اور حضرت عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”جسے اللہ تعالیٰ بیٹا دے تو اُسے چاہیے کہ اُس کا اچھا نام رکھے، اور اُس کی اچھی تربیت کرے اور سلیقہ سکھائے، پھر جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچے تو اُس کے نکاح کا بندوبست کرے، اگر (اُس نے اِس میں کوتاہی کی اور) شادی کی عمر کو پہنچ جانے پر بھی (اپنی غفلت اور بے پروائی سے) اُس کی شادی کا بندوبست نہیں کیا اور وہ اِس وجہ سے گناہ کا مرتکب ہو گیا تو اُس کا والد اُس گناہ کا ذمہ دار ہو گا۔“

تشریح: اس حدیثِ مبارکہ کی رُو سے والد کا فرض ہے کہ جب اُس کی اولاد نکاح کی عمر کو پہنچ جائے تو وہ اُن کے نکاح کا بندوبست کرے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں اِس حوالے سے بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ اِس کی ایک وجہ وہ غیر مسنون اور ہندوانہ رسومات ہیں جو ہم نے نکاح کے موقع پر اختیار کر لی ہیں اور اِن کی وجہ سے اخراجات اِس قدر بڑھ گئے ہیں کہ نکاح کرنا ایک بھاری بوجھ بن گیا ہے۔ اگر ہم اِن رسومات سے جان چھڑا لیں اور نکاح کے موقع پر صرف وہ کام کریں جو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے ثابت ہیں تو ہم نہ صرف آسانی سے نکاح کی ذمہ داری ادا کر لیں گے بلکہ نکاح سے ہونے والی کئی برکتوں سے بھی فیضیاب ہوں گے۔ نکاح کے موقع پر رسول ﷺ سے تین کام ثابت ہیں۔ اوّل نکاح کا انعقاد مسجد کے مبارک ماحول میں کرنا۔ دوئم لڑکے کی طرف سے لڑکی کو اپنی مالی حیثیت کے مطابق مہر دینا۔ سوئم لڑکے کی طرف سے

اپنی مالی حیثیت کے مطابق بغیر کسی اسراف کے ولیمہ کی دعوت کرنا۔

بوڑھے ماں باپ کی خدمت میں کوتاہی کرنے والے کی بدبختی اور محرومی

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ ثُمَّ رَغِمَ أَنْفُ)) قِیْلَ مَنْ؟ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قَالَ: ((مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَیْهِ عِنْدَ الْكِبَرِ اَحَدَهُمَا اَوْ كِلَیْهِمَا فَلَمْ یَدْخُلِ الْجَنَّةَ)) (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ آدمی ذلیل ہو، وہ خوار ہو، وہ رسوا ہو۔'' عرض کیا گیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بدنصیب، جو ماں باپ میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے کی حالت میں پائے پھر (اُن کی خدمت اور اُن کا دل خوش کر کے) جنت حاصل نہ کرلے۔''

تشریح: ماں باپ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ کے کمزور اور ناتواں ہو جاتے ہیں اور اُس وقت وہ خدمت اور راحت رسانی کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔ اِس حالت میں اُن کی خدمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب اور مقبول عمل ہے اور جنت تک پہنچنے کا سیدھا زینہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ماں باپ تمہاری جنت اور تمہاری دوزخ ہیں یعنی ماں باپ کی خدمت اور راحت رسانی جنت حاصل کرنے کا خاص وسیلہ ہے اور اِس کے برعکس اُن کی نافرمانی اور ایذا رسانی آدمی کو دوزخی بنا دیتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ وہ کسی بندے کو اِس کا موقع میسر فرمائے کہ وہ ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پائے اور اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل کرلے۔ جو بندہ اِس موقع سے فائدہ نہ اُٹھائے بلاشبہ وہ بڑا بدنصیب اور محروم ہے۔ اُس کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وعید ہے کہ وہ نامراد، ذلیل وخوار اور رسوا ہوگا۔

خدمت اور حسنِ سلوک کافر ومشرک ماں کا بھی حق ہے

✪ عَنْ اَسْمَاءَ رضی اللہ عنہا بِنْتِ اَبِیْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَیَّ اُمِّیْ وَهِیَ مُشْرِكَةٌ فِیْ عَهْدِ قُرَیْشٍ فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ عَلَیَّ وَهِیَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا؟ قَالَ ((نَعَمْ صِلِیْهَا)) (رواه البخاری)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانہ میں میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کرکے مدینے میں) میرے پاس آئی، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہش مند ہے، تو کیا میں اُس کی خدمت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! اُس کی خدمت کرو (اور اُس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)۔

تشریح: حضرت اسماءؓ، صدیق اکبرؓ کی صاحب زادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بڑی بہن تھیں۔ ان کی والدہ کا نام روایات میں قُتَیلَہ بنتِ عَبد العُزیٰ ذکر کیا گیا ہے جن کو حضرت ابوبکرؓ نے زمانۂ جاہلیت ہی میں طلاق دے کر الگ کر دیا تھا۔ اُنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور اپنے پرانے مشرکانہ طریقے ہی پر قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے بعد جب مشرکین مکہ کو مدینہ آنے کی اور اور مسلمانوں کو مکہ جانے کی آزادی حاصل ہو گئی تو حضرت اسماءؓ کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینہ آئیں۔ حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ مجھے اُن کے ساتھ کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے؟ کیا اُن کے کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے میں اُن سے ''ترکِ موالات'' کروں، یا ماں کے رشتے کا لحاظ کر کے اُن کی خدمت اور اُن کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟'' آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اُن کی خدمت کرو اور اُن کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ماں کا حق ہے۔

حدیثِ مبارکہ میں ''رَاغِبَۃ'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ خواہش مند کیا گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میری ماں جو مشرک ہیں کچھ خواہش مند ہو کر آئی ہیں، یعنی وہ اس کی طالب ہیں کہ میں اُن کی مالی خدمت کروں۔ بعض شارحین نے ''رَاغِبَۃ'' کا ترجمہ منحرف اور بیزار بھی کیا ہے اور لغت کے لحاظ سے اِس کی بھی گنجائش ہے۔ اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ میری ماں ملنے تو آئی ہیں لیکن ہمارے دین سے منحرف اور بیزار ہیں، ایسی صورت میں اُن کے ساتھ میرا رویہ کیا ہونا چاہئے؟ کیا ماں ہونے کی وجہ سے اُن کی خدمت اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کروں، یا بے تعلقی اور بے رخی کا رویہ اختیار کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں ہدایت فرمائی کہ اُن کی خدمت اور اُن کے ساتھ اِس طرح کا حسنِ سلوک کرو، جیسا ماں کے ساتھ کرنے کا حق ہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْعَبْدَ لَیَمُوْتُ وَالِدَاہُ اَوْ اَحَدُھُمَا وَاِنَّہٗ لَھُمَا لَعَاقٌ فَلَا یَزَالُ یَدْعُوْ لَھُمَا وَیَسْتَغْفِرُ لَھُمَا حَتّٰی یَکْتُبَہُ اللّٰہُ بَارًّا)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی آدمی کے ماں باپ کا یا دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے اور اولاد زندگی میں اُن کی نافرمان اور اُن کی رضا مندی سے محروم ہوتی ہے، لیکن یہ اولاد اُن کے انتقال کے بعد (سچے دل) سے اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے خیر و رحمت کی دعا اور مغفرت و بخشش کی استدعا کرتی رہتی ہے (اور اِس طرح اپنے قصور کی تلافی کرنا چاہتی ہے) تو اللہ تعالیٰ اُس نافرمان اولاد کو فرمانبردار قرار دے دیتا ہے" (پھر وہ ماں باپ کی نافرمانی کے وبال سے اور عذاب سے بچ جاتی ہے)۔

تشریح: ماں باپ کی زندگی میں اُن کی فرمانبرداری و خدمت اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اعلیٰ درجے کا عملِ صالح ہے جو انسان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ اِسی طرح اُن کے مرنے کے بعد اُن کے لیے اخلاص اور رِقّت سے رحمت و مغفرت کی دعا ایسا عمل ہے جو نہ صرف ماں باپ کے لیے قبر میں راحت و سکون کا ذریعہ بنتا ہے بلکہ اِس سے اولاد کے اُن قصوروں کی تلافی ہو جاتی ہے جو ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت میں اُن سے ہوئی ہو۔ اب وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت کی مستحق ہو جاتی ہے۔ قرآنِ پاک میں اولاد کو نصیحت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ماں باپ کے لیے رحمت و مغفرت کی دعا کرے۔

(وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا) (بنی اسرائیل :۲۴)

"اور اللہ سے یوں عرض کیا کرو کہ اے پروردگار! میرے ماں باپ پر رحمت فرما جس طرح اُنہوں نے مجھے بچپنے میں شفقت کے ساتھ پالا تھا۔!"

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((بِرُّوْا آبَاءَ کُمْ یَبَرُّ اَبْنَاءُ کُمْ وَعِفُّوْا تَعِفَّ نِسَاءُ کُمْ)) (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت و فرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی اور تم

پاک دامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاک دامن رہیں گی۔"

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ رہنمائی دے رہی ہے کہ اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اُس کی اولاد اُس کی فرمانبردار اور خدمت گزار ہو تو اُسے چاہیے کہ اپنے ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت کرے۔ اِسی طرح ایسے شخص کی بیوی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پاکدامن رہے گی جو خود بھی پاک دامنی کی زندگی بسر کر رہا ہو۔

✪ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَاَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِىْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهٗ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "میں اللہ ہوں، میں الرحمٰن ہوں، میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اُس کو رحم کا نام دیا ہے، پس جو اُسے جوڑے گا میں اُس کو جوڑوں گا اور جو اُسے توڑے گا میں اُس کو توڑ دوں گا۔"

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیّت سے انسانوں کو اِس طرح پیدا فرمایا ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر کچھ رشتوں کے بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے۔ اِن رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے صلہ رحمی رکھا ہے۔ لفظ رحم کا مادہ وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن کا ہے یعنی ر ح م۔ اب جو انسان صلہ رحمی کرے گا یعنی قریبی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا تو اُس کے لیے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اپنے ساتھ جوڑ لے گا اور اُسے اپنے فضل و کرم سے نوازے گا۔ اِس کے برعکس جو قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا یعنی قرابت داروں کے حقوق پامال کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنے قرب اور رحم و کرم سے محروم کر دے گا۔

آج دنیا میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت سے محروم ہیں اور افسوسناک حالات سے دوچار ہیں۔ بلاشبہ اِس کا سبب ہماری بہت سی بداعمالیاں ہیں۔ ہماری اِس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اِس جرم کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم وہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ اِس حوالے سے ہمارا طرزِ عمل مادہ پرستانہ ہے اور غیر مسلموں سے کچھ بھی مختلف

نہیں۔ قطع رحمی کے جرم نے اُن کے معاشرے میں خاندانی نظام کو تباہ کردیا ہے۔ مخلوط معاشرت نے شوہر اور بیوی کے تعلق کو کمزور کردیا۔ والدین اولاد کی کفالت کو اور بچے والدین کی ضروریات کی فراہمی کو بوجھ سمجھتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہم بھی اُن کی پیروی میں اُن ہی کی روش اختیار کرتے چلے جارہے ہیں۔

✪ عَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُكَافِىْ وَلٰكِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِىْ اِذَاقُطِعَتْ رَحِمُهٗ وَصَلَهَا)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقرباء کے ساتھ) بدلے کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اِس حالت میں صلہ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اُس کے ساتھ قطع رحم (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں۔‘‘

تشریح: قطع رحمی اور حق تلفی کرنے والوں کے ساتھ جب جوابی طور پر قطع رحمی کا برتاؤ کیا جائے گا تو یہ جرم اور معاشرے میں اِس کی خباثت اور زیادہ بڑھے گی۔ اِس کے برعکس جب قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلۂ رحمی کا معاملہ کیا جائے گا تو امید ہے کہ اِس حسنِ سلوک سے دیر سویر اُن کی اصلاح ہوگی اور معاشرے میں صلہ رحمی کو فروغ حاصل ہوگا۔

بیوی پر سب سے بڑا حق اُس کے شوہر کا ہے

مسند احمد میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ایک واقعہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک اونٹ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں سجدہ کیا (یعنی وہ اِس طرح آپ ﷺ کے حضور میں جھک گیا جس کو دیکھنے والوں نے سجدہ سے تعبیر کیا)۔ اونٹ کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر بعض صحابہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اُونٹ جیسے چوپائے اور درخت آپ ﷺ کے لیے سجدہ کرتے ہیں (یعنی جھک جاتے ہیں) تو اُن کی بہ نسبت ہمارے لیے زیادہ سزاوار ہے کہ ہم آپ ﷺ کو سجدہ کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

✪ ((اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَاَكْرِمُوْا اَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ

لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا)) (رواہ احمد فی مسند)

عبادت اور پرستش اپنے رب کی کرو اور اپنے بھائی کا (یعنی میرا) اکرام واحترام کرو، اور اگر میں کسی کو کسی دوسری مخلوق کے لیے سجدہ کرنے کو کہتا تو عورت کو کہتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔!

مسند احمد ہی میں ایک اور روایت ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک موقع پر شام کے سفر سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا میں نے ملک شام کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے دینی پیشواؤں اور پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ایسے ہی ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرو اور ارشاد فرمایا:

✪ ((فَاِنِّیْ لَوْ كُنْتُ آمِرًا اَحَدًا اَنْ يَّسْجُدَ لِغَيْرِ اللّٰهِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا))

"اگر میں کسی کو اللہ کے سوا کسی اور کے لیے سجدہ کرنے کے لیے کہتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"

مختلف احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی پر شوہر کے حق کے بارے میں یہ سجدے والی بات مختلف موقعوں پر اور بار بار فرمائی۔

ہر قسم کا سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے

یہ احادیث اِس حقیقت کو پوری طرح واضح کر رہی ہیں کہ شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے۔ اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لیے حتی کہ افضل المخلوقات سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی سجدہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سجدے کے بارے میں عرض کیا تھا وہ سجدۂ تحیہ یعنی سجدۂ تعظیمی کے بارے میں عرض کر رہے تھے۔ اِس کا تو شبہ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معاذ اللہ سجدۂ عبادت کے بارے میں عرض کیا ہو۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاچکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید کو قبول کر چکا اُس کو تو اِس کا وسوسہ بھی نہیں آسکتا کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو سجدۂ عبادت کرے۔ اِس لیے ماننا پڑے گا کہ اِن احادیث میں سجدۂ تحیہ ہی کا ذکر ہے۔ اِسی لیے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کسی مخلوق کے

لیے سجدۂ تحیہ بھی حرام ہے۔ پس جو لوگ اپنے بزرگوں، مرشدوں ، یا مرنے کے بعد اُن کے مزاروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ بہر حال شریعتِ محمدی ﷺ کی واضح خلاف ورزی کرتے ہیں اور بلاشبہ اُن کا یہ عمل صورۃً شرک ہے۔

بیویوں کے حقوق

✪ عَنْ عَائِشَةَ ؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ)) (رواه الترمذی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آدمی تم میں سے زیادہ اچھا ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہے اور میں تم سب سے زیادہ اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں۔''

تشریح: بیویوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا نہ صرف انسانیت کا اعلیٰ شرف ہے بلکہ ایمان کے بلند درجہ پر فائز ہونے کی علامت ہے۔ ترمذی شریف میں یہ روایت بھی ہے کہ ''کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے اور تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے حق میں سب سے بہتر ہے''۔ اِس حدیث کی رُو سے جو شخص جتنا زیادہ خوش اخلاق ہو گا وہ اتنا ہی کامل ایمان والا ہو گا۔ دوسرے الفاظ میں کامل ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ حسنِ اخلاق کا معاملہ کرے اور حسنِ اخلاق کی اوّلین حق دار انسان کی بیوی ہے۔

پڑوسی کے بارے میں حضرت جبرائیلؑ کی مسلسل وصیت اور تاکید

✪ عَنْ عَائِشَةَ ؓ وَابْنِ عُمَرَؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَازَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِيْ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ)) (رواه البخاری و مسلم)

حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اللہ کے خاص قاصد) حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک، کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اُسے وارث قرار دیں گے۔''

تشریح: پڑوسی کے حق اور اُس کے ساتھ اکرام و رعایت کا رویہ رکھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے مسلسل تاکیدی احکامات نازل فرمائے۔ اِن احکامات کے تسلسل اور اِن میں تاکید کی شدت سے نبی اکرم ﷺ کو گمان ہوا کہ شاید ایک شخص کے ورثاء میں اُس کے پڑوسی کو بھی شامل کر دیا جائے گا۔ یعنی حکم آ جائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اُس کے والدین، اولاد اور دوسرے اقارب اُس کے ترکہ کے وارث ہوتے ہیں، اِسی طرح پڑوسی کا بھی اُس ترکہ میں حصہ ہوگا۔ پڑوسیوں کے حق کی اہمیت کے اظہار کے لیے یہ ایک نہایت مؤثر اور بلیغ اسلوب ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ شُرَیْحٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ وَاللّٰهِ لَا يُؤْمِنُ)) قِيلَ وَمَنْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ؟ قَالَ: ((اَلَّذِی لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ))

(رواه البخاری)

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! اُس میں ایمان نہیں، اللہ کی قسم! وہ صاحبِ ایمان نہیں۔" عرض کیا گیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! کون شخص؟" (یعنی آپ ﷺ کس بدنصیب شخص کے بارے میں قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں اور اُس میں ایمان نہیں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "وہ آدمی جس کے پڑوسی اُس کی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے امن اور سکون میں نہ ہوں۔"

تشریح: حدیثِ مبارکہ کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کا یہ ارشاد کس قدر جلال سے معمور ہے اور جس وقت آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہوگا اُس وقت آپ ﷺ کی کیفیت اور آپ ﷺ کے خطاب کا انداز کیا ہوگا۔ بہر حال اِس پُر جلال ارشاد کا مدعا اور پیغام یہی ہے کہ مومنوں کے لیے لازم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ اُن کا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ اُن کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں۔ اُن کے دل دماغ میں بھی اُن کے بارے میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو۔ اگر کسی مسلمان کا یہ حال نہیں ہے اور اُس کے پڑوسی اُس سے امن میں نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ حقیقی ایمان کی دولت سے محروم ہے۔

کمزور اور حاجت مندوں کے حقوق

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ قَبَضَ یَتِیْمًا مِنْ بَیْنِ الْمُسْلِمِیْنَ اِلٰی طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّـةَ اِلَّا اَنْ یَعْمَلَ ذَنْبًا لَا یُغْفَرُ لَهٗ))

(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم بچے کو لے لیا اور اپنے کھانے پینے میں شریک کر لیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو جنت میں داخل فرمائے گا، اِلّا یہ کہ اُس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو نا قابلِ معافی ہو۔''

تشریح : یہ حدیثِ مبارکہ بشارت دے رہی ہے کہ یتیم کی کفالت و پرورش کرنا ایسی محبوب و مقبول نیکی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی نیکی کرنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ البتہ ساتھ ہی خبر دار کیا گیا کہ یہ بشارت اُس کے لیے ہے جو کسی ایسے سخت گناہ کا مرتکب نہ ہو جو اللہ کے نزدیک نا قابلِ معافی ہے جیسے شرک، کفر اور خونِ ناحق وغیرہ۔ دراصل یہ تنبیہ اِس طرح کی تمام تبشیری احادیث میں ملحوظ ہوتی ہے، اگرچہ الفاظ میں مذکور نہ ہو۔ یہ قاعدہ وکلیہ ہے کہ نا قابلِ معافی گناہ انسان کو نیکیوں کے اجر سے محروم کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس محرومی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُؤْمِنٍ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ الدُّنْیَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ کُرْبَةً مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَمَنْ یَسَّرَ عَلٰی مُعْسِرٍ یَسَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کسی مومن کی کوئی دنیوی تکلیف اور پریشانی دور کرے گا، اللہ تعالیٰ (اِس کے عوض) اُسے قیامت کے دن کی تکلیف اور پریشانی سے نجات دے گا اور جو (قرض خواہ) کسی تنگ دست مقروض کو (قرضے کی وصولی کے سلسلہ میں) سہولت دے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا اور آخرت میں سہولت دے گا اور جو کسی

مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو کوئی بندہ جب تک اپنے کسی بھائی کی امداد و اعانت کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کرتا رہے گا۔"

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((اِذَا صَنَعَ لِاَ حَدِكُمْ خَادِمُهٗ طَعَامَهٗ ثُمَّ جَاءَهٗ بِهٖ وَقَدْ وَلِیَ حَرَّهٗ وَدُخَانَهٗ فَلْیُقْعِدْهُ مَعَهٗ فَلْیَاْ كُلْ فَاِنْ كَانَ الطَّعَامُ مَشْفُوْهًا قَلِیْلًا فَلْیَضَعْ فِیْ یَدِهٖ مِنْهُ اُكْلَةً اَوْ اُكْلَتَیْنِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کا خادم اُس کے لیے کھانا تیار کرے، پھر وہ اُس کے پاس لے کر آئے ...... اور اُس نے پکانے اور بنانے میں گرمی اور دھوئیں کی تکلیف اٹھائی ہے تو آقا کو چاہئے کہ کھانا تیار کرنے والے اُس خادم کو بھی کھانے میں اپنے ساتھ بٹھائے اور وہ بھی کھائے .... پس اگر کبھی وہ کھانا تھوڑا ہو (جو دونوں کے لیے کافی نہ ہو سکے) تو آقا کو چاہئے کہ اُس کھانے میں سے ایک دو لقمے ہی اس خادم کو دے دے۔"

تشریح : رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جن گھروں میں غلام یا باندیاں ہوتی تھیں، کھانے پکانے جیسے خدمت کے کام اُنہی سے لیے جاتے تھے۔ اُن کے بارے میں آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جب وہ کھانا پکا کے لائیں تو اُنہیں اپنے کھانے میں شریک کرلو اور ساتھ بٹھا کر کھلاؤ۔ اگر کھانا کم ہو تب بھی اُنہیں اُس میں سے کچھ حصہ ضرور دو، کیونکہ اُنہوں نے اُس کے پکانے میں گرمی اور دھوئیں کی تکلیف برداشت کی ہے۔ ہمارے زمانہ میں اِسی بنیاد پر یہی حکم کھانا پکانے والے نوکروں اور نوکرانیوں کے لیے ہوگا۔

✪ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :((لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ شَرَفَ كَبِیْرِنَا)) (رواہ الترمذی)

عمرو بن شعیب اپنے والد شعیب سے اور وہ اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو آدمی ہمارے چھوٹوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ نہ کرے اور بڑوں کی عزت کا خیال نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

✪ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُهٗ

بَعْضاً ثُمَّ شَبَّکَ بَیْنَ اَصَابِعِہٖ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے، اُس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے...... پھر آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو اِس طرح باہم وابستہ اور پیوستہ ہونا چاہیے)۔"

تشریح: نبی اکرم ﷺ چاہتے تھے کہ مسلمان باہم متحد اور پیوستہ رہیں اور مل کر اللہ کے دین اور اُس کی حدود کی حفاظت کریں۔ مسلمانوں کا باہمی تعلق اِس طرح مضبوط ہونا چاہیے جیسے کسی عمارت کی دیواروں میں اینٹوں کا ہوتا ہے۔ عمارت کی اینٹیں باہم مل کر مضبوط قلعہ بن جاتی ہیں۔ اِسی طرح مسلمانوں کو باہم مضبوط تعلق قائم کر کے امت مسلمہ کو ایک مستحکم قلعہ بنا دینا چاہیے۔ اِس بات کی مزید وضاحت کے لیے آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مسلمانوں کے مختلف افراد اور طبقوں کو باہم پیوستہ ہو کر اِس طرح اُمت واحدہ بن جانا چاہیے جس طرح الگ الگ دو ہاتھوں کی یہ انگلیاں ایک دوسرے سے پیوستہ ہو کر ایک حلقہ اور گویا ایک وجود بن گئی ہیں۔

✪ عَنْ اَنَسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِأَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ)) (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کوئی بندہ سچا مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔"

تشریح: ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان جو بھلائی اپنے لیے چاہے وہی اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرے۔ جو انسان اپنے بھائی کے لیے خیر خواہی کے اِس جذبہ سے محروم ہے وہ دراصل ایمان کی روح و حقیقت اور اُس کی برکات سے محروم ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ

الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ)) (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے:
''ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ''یرحمك الله'' کہہ کے اُس کے لیے دعائے رحمت کرنا۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں روزمرہ کی عملی زندگی کی پانچ ایسی باتوں کا ذکر ہے جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اِس حدیث میں دی گئی تعلیم پر عمل سے یہ تعلق نشوونما پائے گا اور مضبوط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حدیث میں بیان شدہ پانچوں باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ ﷜ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَّرَائِهٖ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہ ﷜ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، اُس کے ضرر کو اُس سے دور کرتا ہے اور اُس کے پیچھے سے اُس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے۔''

تشریح: آئینہ دیکھنے والے کو اُس کے چہرے کے عیب یعنی داغ، دھبے اور بدنما نشان دکھا دیتا ہے۔ وہ یہ عیب صرف اُسی کو دکھاتا ہے، دوسروں کو نہیں دکھاتا۔ ایک مومن کے دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہونے کا مطلب بھی یہی ہے۔ مومن کو چاہیے کہ اپنے دوسرے بھائی میں جو نامناسب اور قابلِ اصلاح بات دیکھے وہ پورے خلوص اور خیر خواہی کے ساتھ اُس کو بتائے لیکن دوسروں میں اِس کی تشہیر نہ کرے۔ مومن کا یہ بھی فرض ہے کہ اپنے بھائی کی مشکل اور مصیبت کے وقت میں ہر ممکن مدد کرے اور اُسے ہر نقصان سے بچانے کی کوشش کرے۔ پھر جس طرح اپنی کسی عزیز ترین چیز کی ہر طرح سے پاسبانی اور نگرانی کی جاتی ہے، اِسی طرح اپنے دینی و ایمانی بھائی کی نگرانی اور پاسبانی بھی کرے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ﷜ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ

اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ)) (رواه البيهقی فی شعب الايمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (گویا اُس کا کنبہ) ہے، اِس لیے اللہ کو زیادہ محبوب اپنی مخلوق میں وہ آدمی ہے جو اللہ کی عیال (یعنی اُس کی مخلوق) کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے۔''

تشریح : آدمی کے ''عیال'' اُن کو کہا جاتا ہے جن کی ضروریاتِ زندگی یعنی کھانے اور کپڑے وغیرہ کا وہ کفیل ہو۔ بلاشبہ اِس لحاظ سے ساری مخلوق اللہ کی ''عیال'' ہے۔ وہی سب کا پروردگار اور روزی رساں ہے۔ اِس نسبت سے جو آدمی اُس کی مخلوق کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا مستحق ہوگا۔

آداب سلام

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا، اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْئٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ، اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ)) (رواه مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم جنت میں نہیں جاسکتے، جب تک کہ پورے مومن نہ ہو جاؤ (اور تمہاری زندگی ایمان والی زندگی نہ ہو جائے) اور یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم میں باہم محبت نہ ہو جائے، کیا میں تمھیں وہ عمل نہ بتادوں جس کے کرنے سے تمہارے درمیان محبت و یگانگت پیدا ہو جائے۔ (وہ یہ ہے کہ) سلام کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔''

تشریح : یہ حدیثِ مبارکہ آگاہ کر رہی ہے کہ جنت صرف نام کا مسلمان ہونے سے نہیں ملے گی۔ اِس کے لیے کچھ شرائط ہیں جن میں سے ایک ہے مسلمانوں کی باہمی محبت اور اخوت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اہتمام سے تعلیم دی ہے کہ ایک دوسرے کو سلام کرنے اور اس کا جواب دینے سے دلوں میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ البتہ ضروری ہے کہ سلام اور مصافحہ دل کے اخلاص اور پورے جوش و جذبہ سے ہو۔ عمل اگر روح اور ''جذبِ اندرون'' کے ساتھ ہو تو تب ہی اُس کی تاثیر ظاہر ہوتی ہے۔

✪ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((یَا بُنَیَّ اِذَا دَخَلْتَ عَلٰی اَهْلِكَ فَسَلِّمْ یَکُوْنُ بَرَکَةً عَلَیْكَ وَعَلٰی اَهْلِ بَیْتِكَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''بیٹا جب تم اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو سلام کرو، یہ تمہارے لیے باعثِ برکت ہوگا اور تمہارے گھر والوں کے لیے بھی۔''

✪ عَنْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا دَخَلْتُمْ بَیْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰی اَهْلِهٖ وَاِذَا خَرَجْتُمْ فَاَوْدِعُوْا اَهْلَهٗ بِسَلَامٍ)) (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم کسی گھر میں جاؤ تو گھر والوں کو سلام کرو۔ اور پھر جب گھر سے نکلو اور جانے لگو تو وداعی سلام کر کے نکلو۔''

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((یُسَلِّمُ الصَّغِیْرُ عَلَی الْکَبِیْرِ وَالْمَارُّ عَلَی الْقَاعِدِ، وَالْقَلِیْلُ عَلَی الْکَثِیْرِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی: ''چھوٹا بڑے کو سلام کیا کرے، اور راستہ سے گزرنے اور چلنے والا بیٹھے ہوؤں کو سلام کیا کرے، اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کی جماعت کو سلام کریں۔''

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ سلام میں پہل کرنے کے اعتبار سے رہنمائی دے رہی ہے۔ جب ایک چھوٹے اور بڑے کی ملاقات ہو تو چھوٹے کو چاہیے کہ وہ بڑے کو سلام کرے۔ جب کسی چلنے والے کا گزر کسی بیٹھے ہوئے آدمی پر ہو تو چلنے والے کو چاہیے کہ وہ سلام میں پیش قدمی کرے۔ اگر دو جماعتوں کی ملاقات ہو تو جس جماعت میں نسبتاً کم آدمی ہوں وہ زیادہ آدمیوں والی جماعت کو سلام کرنے میں پہل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ سوار کو چاہیے کہ وہ پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ سوار کو بظاہر ایک دنیوی بلندی اور بڑائی حاصل ہوتی ہے، اس لیے اُسے حکم دیا گیا کہ وہ پیدل چلنے والوں کو سلام کر کے تواضع اور خاکساری کا اظہار کرے اور اپنی بڑائی کی نفی کرے۔

✪ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ فَتَصَافَحَا وَحَمِدَا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَاهُ غُفِرَ لَهُمَا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب دو مسلمانوں کی ملاقات ہو اور وہ مصافحہ کریں اور اُس کے ساتھ اللہ کی حمد کریں اور اپنے لیے مغفرت طلب کریں تو اُن کی مغفرت ہو جائے گی۔"

✪ عَنْ عَطَاءِ ن الْخُرَاسَانِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((تَصَافَحُوْا يَذْهَبُ الْغِلُّ وَتَهَادَوْا تَحَابُّوْا وَتَذْهَبُ الشَّحْنَاءُ)) (رواه مالك مرسلاً)

عطاء خراسانی تابعی سے (بطریق ارسال) روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم باہم مصافحہ کیا کرو اِس سے کینہ کی صفائی ہوتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اِس سے تم میں باہم محبت پیدا ہوگی اور دلوں سے دشمنی دور ہوگی۔"

✪ عَنِ الشَّعْبِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَلَقَّى جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ فَالْتَزَمَهُ وَ قَبَّلَ مَابَيْنَ عَيْنَيْهِ (رواہ ابوداؤد)

امام شعبی تابعی سے مرسلاً روایت ہے کہ: "نبی اکرم ﷺ نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا استقبال کیا (جب وہ حبشہ سے واپس آئے) تو آپ ﷺ اُن کو لپٹ گئے (یعنی معانقہ فرمایا) اور دونوں آنکھوں کے بیچ میں (اُن کی پیشانی) کو بوسہ دیا۔

مجلس کے آداب

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يُقِيْمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ مِنْ مَّقْعَدِهٖ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيْهِ وَلٰكِنْ تَفَسَّحُوْا وَتَوَسَّعُوْا)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کوئی آدمی ایسا نہ کرے (یعنی کسی کو اِس کا حق نہیں ہے) کہ کسی دوسرے کو اُس کی جگہ سے اٹھا کر خود اُس جگہ بیٹھ جائے بلکہ لوگوں کو چاہیے کہ (آنے والوں کے لیے) کشادگی اور گنجائش پیدا کریں (اور اُن کو جگہ دے دیں)۔"

✪ عَنْ مُعَاوِيَةَؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)) (رواه الترمذی)

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو فرمارہے تھے: ”جس آدمی کو اِس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اُس کی تعظیم میں کھڑے رہیں، اُسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔“

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں بیان شدہ وعید اُس شخص کے لیے ہے جو خود یہ چاہے اور پسند کرے کہ لوگ اُس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں۔ اُس کی یہ خواہش دراصل تکبر کی نشانی ہے اور تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ البتہ اگر کوئی آدمی خود نہ چاہے لیکن لوگ از خود اُس کے اکرام کے لیے عقیدت ومحبت کے جذبے کے ساتھ کھڑے ہوجائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے۔ ہاں! رسول اللہ ﷺ اپنے لیے لوگوں کے اِس طرح کے طرزِ عمل کو بھی ناپسند فرماتے تھے اور اُنہیں ایسا کرنے سے منع فرماتے تھے۔

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَؓ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مُتَّكِئًا عَلٰى عَصًا فَقُمْنَا اِلَيْهِ فَقَالَ: ((لَا تَقُوْمُوْا كَمَا يَقُوْمُ الْاَعَاجِمُ يُعَظِّمُ بَعْضُهَا بَعْضًا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابواُمامہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ عصا کا سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہوگئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اِس طرح مت کھڑے ہو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔“

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ اَحَبَّ اِلَيْهِمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانُوْا اِذَا رَاَوْهُ لَمْ يَقُوْمُوْا لِمَا يَعْلَمُوْنَ مِنْ كَرَاهِيَتِهٖ لِذٰلِكَ (رواہ الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ صحابہؓ کے لیے کوئی شخصیت بھی رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں تھی، اس کے باوجود اُن کا طریقہ یہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ جانتے تھے کہ یہ آپ ﷺ کو ناپسند ہے۔

لیٹنے، سونے اور اٹھنے کے آداب

✪ عَنْ جَابِرٍ ؓ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَّرْفَعَ الرَّجُلُ اِحْدٰى رِجْلَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى وَهُوَ مُسْتَلْقٍ عَلٰى ظَهْرِهٖ (رواہ مسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی چت لیٹنے کی حالت میں اپنی ایک ٹانگ اٹھا کے دوسری ٹانگ پر رکھے۔

تشریح : نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں عربوں میں عام طور سے تہبند باندھنے کا رواج تھا۔ اگر تہبند باندھ کے اِس طرح چت لیٹا جائے کہ اپنا ایک زانو کھڑا کر کے دوسرا پاؤں اُس کے اوپر رکھا جائے تو بسا اوقات ستر کھل جاتا ہے۔ غالباً اِسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے منع فرمایا۔ البتہ اگر لباس ایسا ہو کہ ستر کھل جانے کا اندیشہ نہ ہو تو پھر اِس طرح لیٹنے کی ممانعت نہ ہوگی۔ واللہ اعلم!

✪ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَرْقُدُ مِنْ لَيْلٍ وَّلَا نَهَارٍ فَيَسْتَيْقِظُ اِلَّا تَسَوَّكَ قَبْلَ اَنْ يَّتَوَضَّأَ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات میں یا دن میں جب بھی سوتے تو اٹھ کر وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور کرتے۔

ظرافت و مزاح

✪ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ: ((اِنِّيْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ ہم سے مزاح فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میں (مزاح میں بھی) حق ہی کہتا ہوں (یعنی اِس مزاح میں کوئی بات غلط اور باطل نہیں ہوتی)۔“

✪ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا يَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِیْ يُصَلِّیْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوْا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِیْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ (رواہ مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ فجر کی نماز جس جگہ پڑھتے تھے آفتاب طلوع ہونے تک وہاں سے نہیں اٹھتے تھے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہوجاتا تو کھڑے ہوجاتے اور (اِس دوران) صحابہؓ زمانۂ جاہلیت کی باتیں (بھی) کیا کرتے اور اِس سلسلے میں خوب ہنستے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس مسکراتے رہتے۔

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی کبھی کبھی مسجدِ نبوی میں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک مجلس میں بھی زمانۂ جاہلیت کی ایسی لغویات وخرافات کا بھی تذکرہ کیا کرتے تھے جن پر خوب ہنسی آتی تھی۔ جامع ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں ''وَيَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ'' یعنی اس سلسلۂ گفتگو میں وہ اشعار بھی پڑھتے اور سناتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب کچھ سنتے اور اُس پر تبسم فرماتے تھے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اِس طرح کا بے تکلفی کا برتاؤ نہ کرتے تو اُن حضرات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا رعب چھایا رہتا جو استفادہ میں رکاوٹ بنتا۔ حضرات مشائخ صوفیہ کی اصطلاح میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول تھا اِس کے بغیر مقصدِ رسالت کی تکمیل نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ بات ملحوظ رہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہنسنا غافلین کا سا ہنسنا نہیں ہوتا تھا جو قلوب کو مردہ کردیتا ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح میں ''شرح السنہ'' کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہنسا بھی کرتے تھے؟ اُنہوں نے فرمایا: ہاں، بے شک! وہ حضرات ہنسنے کے موقع پر ہنستے بھی تھے، لیکن اُس وقت بھی اُن کے قلوب میں ایمان پہاڑوں سے عظیم تر ہوتا تھا۔ اِسی طرح مشکوٰۃ المصابیح میں ''شرح السنہ'' کے حوالے ہی سے ایک تابعی بلال بن سعدؒ کا بیان ہے کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ مقررہ نشانیوں کے درمیان دوڑا کرتے تھے (جس طرح بچے اور نوجوان کھیل اور مشق کے لیے دوڑ میں مقابلہ کیا کرتے ہیں) اور باہم ہنستے ہنساتے بھی تھے، پھر جب رات ہوجاتی تو بس درویش ہوجاتے تھے۔

جمائی لینے وچھینکنے کے آداب

✪ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِذَا عَطَسَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَلْيَقُلْ اَخُوْهُ اَوْصَاحِبُهُ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَاِذَا قَالَ لَهٗ يَرْحَمُكَ اللّٰهُ فَلْيَقُلْ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ)) (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اُسے چاہیے کہ ”اَلْحَمْدُلِلّٰهِ“ کہے اور اُس کا جو بھائی یا ساتھی اُس کے پاس ہو وہ کہے ”يَرْحَمُكَ اللّٰه“ (تم پر اللہ کی رحمت ہو) اور جب یہ بھائی ”يَرْحَمُكَ اللّٰه“ (کا دعائیہ کلمہ) کہے تو چاہیے کہ چھینکنے والا (اِس کے جواب میں یہ دعائیہ کلمہ) کہے ”يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِح بَالَكُم“ (اللہ تعالیٰ تمھیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات درست فرمادے)۔“

تشریح: چھینک کے ذریعہ نقصان دہ مواد انسانی دماغ سے نکل جاتا ہے۔ اگر یہ نہ نکلے تو انسان کے لیے تکلیف یا بیماری کا باعث بن جائے۔ گویا چھینک کا آنا انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ اس لیے ہدایت فرمائی گئی کہ جسے چھینک آئے وہ ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ“ کہے۔ جو کوئی اُس کے پاس ہو وہ کہے ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“۔ پھر چھینکنے والا اِس دعا دینے والے بھائی کو کہے ”يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُم“۔ غور فرمائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِس تعلیم و ہدایت نے ایک چھینک کو انسان کے لیے اللہ کی کیسی یاد، شکر اور رحمت کا وسیلہ بنادیا ہے۔

✪ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ رِفَاعَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((شَمِّتِ الْعَاطِسَ ثَلٰثًا فَمَا زَادَ فَاِنْ شِئْتَ فَشَمِّتْهُ وَاِنْ شِئْتَ فَلَا)) (رواه الترمذی)

عبید بن رفاعہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”چھینکنے والے کو تین دفعہ تو ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ ہو اور اس سے زیادہ چھینکیں آئیں تو اختیار ہے چاہے ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ کہو چاہے نہ کہو۔“

✪ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلتَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ

أَحَدُكُمْ فَلْيَرُدَّهُ مَا اسْتَطَاعَ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ إِذَا قَالَ هَا ضَحِكَ الشَّيْطَانُ))

(رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جمائی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ پس جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو چاہیے کہ وہ اِسے امکانی حد تک روکنے کی کوشش کرے۔ جب تم سے کوئی جمائی آنے پر ہا کی آواز نکالتا ہے تو شیطان اُس پر ہنستا ہے۔''

✪ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اِذَا تَثَاوَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهٖ عَلٰى فِيْهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ''جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو چاہیے کہ وہ اپنا ہاتھ رکھ کے منہ بند کرلے کیونکہ شیطان داخل ہو جاتا ہے۔''

تشریح: جمائی لیتے ہوئے آدمی کا منہ بہت بدنما انداز میں کھل جاتا ہے، ہاہا کی مکروہ آواز منہ سے نکلتی ہے اور چہرہ کی قدرتی شکل بدل کر ایک بدنما ہیئت ہو جاتی ہے۔ اِن چیزوں کے انسداد کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیثِ مبارکہ میں ہدایت فرمائی ہے کہ جب جمائی آئے تو ہاتھ سے منہ کو بند کرلینا چاہیے۔ اس طرح کرنے سے منہ نہیں کھلے گا، مکروہ آواز پیدا نہیں ہوگی اور چہرہ کی ہیئت بھی زیادہ نہیں بگڑے گی۔

کھانے پینے، لباس اور وضع قطع کے آداب

✪ عَنْ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَرَأْتُ فِى التَّوْرَاةِ اَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ فَذَكَرْتُ ذَالِكَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ: ((بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوْءُ قَبْلَهٗ وَالْوُضُوْءُ بَعْدَهٗ))

(رواہ الترمذی)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا باعثِ برکت ہے۔ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور اِس کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا باعثِ برکت ہے۔

تشریح : قرآن پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ جو تعلیم وہدایت سابقہ انبیاءؑ کے ذریعہ آتی رہی، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اُس کی تکمیل فرمائی ہے (اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ)۔ تورات میں آدابِ طعام کے سلسلے میں صرف کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کی ترغیب دی گئی تھی اور اِسے باعثِ برکت بتایا گیا تھا، رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ کھانے سے پہلے بھی ہاتھ اور منہ دھو لینے (یعنی کلی کرلینے) کی ترغیب دی گئی، اور اِسے باعثِ برکت قرار دیا گیا۔

اِس حدیثِ مبارکہ میں اور بعض دیگر احادیث میں بھی ہاتھ اور منہ دھونے کے لیے ''وضو'' کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ اِس سے وہ وضو مراد نہیں جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے، بلکہ بس ہاتھ منہ دھونا ہی مراد ہے۔ کھانے کا وضو بس یہ ہے کہ ہاتھ اور منہ جو کھانے میں استعمال ہوتے ہیں اُن کو دھولیا جائے اور ان کی صفائی کرلی جائے۔ بعض حدیثوں میں اِس سے مراد ہاتھ دھونا اور کلی کرنا لیا گیا ہے۔ صفائی اور اُصولِ صحت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہاتھ اور منہ جو کھانے کے آلے ہیں، کھانے سے پہلے بھی اُن کو دھو کر اچھی طرح صاف کرلیا جائے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد بھی اُنہیں دھو کر صاف کرلیا جائے۔ یہ حکم اُسی صورت میں ہوگا جبکہ کھانے میں ہاتھ استعمال کیا جائے۔ اگر بالفرض ہاتھ کھانے کو نہ لگے مثلاً چمچے ہی سے کھایا جائے تو یہ حکم نہ ہوگا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ''حجۃ البالغہ'' میں اِس حدیثِ مبارکہ اور کھانے میں برکت کے سلسلہ کی بعض دوسری احادیث کا حوالہ دے کر لفظ برکت کی وسعت کو واضح کیا ہے۔ اُن کے فرمودات کا حاصل یہ ہے کہ کسی کھانے میں برکت ہونے کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ غذا کا جو اصل مقصد ہے وہ اچھی طرح حاصل ہو۔ کھانا رغبت اور لذت کے ساتھ کھایا جائے۔ طبیعت کو سیری نصیب ہو اور جی خوش ہو۔ تھوڑی سی مقدار کافی ہو۔ اِس سے صالح خون پیدا ہو کر جزوِ بدن بنے۔ اِس کا نفع دیرپا ہو۔ اِس سے نفس کی طغیانی اور غفلت نہ پیدا ہو بلکہ شکر اور طاعت کی توفیق ملے۔ دراصل یہ سب اُس حقیقت کے آثار ہیں جس کو حدیث میں برکت کہا گیا ہے۔ کنز العمال میں معجم اوسط طبرانی کے حوالے سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا دافع فقر ہے اور انبیاءؑ کا طریقہ ہے۔''

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ وَالْاَكْلِ فِیْ اٰنِیَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ (رواه الطبرانی فی المعجم الاوسط)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سونے اور چاندی کے برتن میں پینے اور کھانے سے منع فرمایا۔

✪ عَنْ عُمَرَبْنِ اَبِیْ سَلَمَةَؓ قَالَ كُنْتُ غُلَامًا فِیْ حِجْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَكَانَتْ يَدِیْ تَطِيْشُ فِی الصَّحْفَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((سَمِّ اللّٰهَ وَكُلْ بِيَمِيْنِكَ وَكُلْ مِمَّا يَلِيْكَ)) (رواه مسلم)

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں (بچپن میں) اللہ کے رسول ﷺ کی آغوشِ شفقت میں پرورش پا رہا تھا تو (کھانے کے وقت) میرا ہاتھ پلیٹ میں ہر طرف چلتا تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے نصیحت فرمائی کہ (کھانے سے پہلے) بسم اللہ پڑھا کرو اور اپنے داہنے ہاتھ سے اور اپنے سامنے ہی سے کھایا کرو۔

✪ عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ بِلَعْقِ الْاَصَابِعِ وَالصَّحْفَةِ وَقَالَ: ((اِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ فِیْ اَيَّةِ الْبَرَكَةُ)) (رواه مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ (کھانے کے بعد) انگلیوں کو چاٹ لیا جائے اور برتن کو بھی صاف کر لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ کھانے کے کس ذرہ اور کس جز میں برکت کا خاص اثر ہو۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ کھانا عطیہ خداوندی ہے۔ اِس کے ایک ایک ذرہ کی قدر کی جانی چاہیے۔ کچھ معلوم نہیں کہ کس جز میں اللہ تعالیٰ نے خاص برکت رکھی ہے۔ اِس لیے کھانے کے جو اجزاء انگلیوں پر لگے رہ جائیں اُن کو چاٹ کر استعمال کر لیا جائے۔ اِسی طرح جو کچھ برتن میں لگا رہ جائے اس کو بھی اللہ کا رزق سمجھ کر چاٹ لیا جائے۔ اِس میں اللہ تعالیٰ کے رزق کی قدر دانی بھی ہے اور اُس کے سامنے اپنی محتاجی کا اظہار بھی جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا تھا:

﴿رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ﴾ (القصص آیت ۲۴)

"پروردگار! تو جو کچھ مجھے عطا فرمائے میں اُسی کا محتاج ہوں"۔

✪ عَنْ نُبَیْشَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَنْ اَکَلَ فِیْ قَصْعَةٍ فَلَحِسَهَا اِسْتَغْفَرَتْ لَهُ الْقَصْعَةُ)) (رواہ الترمذی)

حضرت نبیشہ ہذلی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی قصعہ (طباق یا لگن) میں کھائے اور اُس کو بالکل صاف کردے (کہ اُس میں کچھ لگا نہ رہ جائے) تو وہ قصعہ اُس آدمی کے حق میں مغفرت کی دعا کرتا ہے۔"

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ نَامَ وَفِیْ یَدِهٖ غِمْرٌ وَلَمْ یَغْسِلْهُ فَاَصَابَهٗ شَیْئٌ فَلَا یَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو کوئی رات کو اِس حال میں سو جائے کہ اُس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی کا اثر اور اُس کی بو ہو اور اِس کی وجہ سے اُسے کوئی گزند پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ بس اپنے ہی آپ کو ملامت کرے (اور اُسے اپنی ہی غلطی اور غفلت کا نتیجہ سمجھے)۔"

تشریح: حدیثِ مبارکہ کا مدعا یہ ہے کہ کھانے کے بعد خاص کر جب ہاتھ میں چکنائی وغیرہ کا اثر ہو تو ہاتھوں کو اِس طرح دھولیا جائے کہ وہ اثر باقی نہ رہے۔ یہ حکم استحباب کے درجہ میں ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات کھانے کے بعد ہاتھ نہیں بھی دھوئے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوگا۔

کھانے کے بعد صرف ہاتھ پونچھ لینا

✪ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ الزُّبَیْدِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ اَکَلْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم طَعَامًا فِی الْمَسْجِدِ لَحْمًا قَدْ شُوِیَ فَمَسَحْنَا اَیْدِیَنَا بِالْحَصْبَاءِ ثُمَّ قُمْنَا نُصَلِّیْ وَلَمْ نَتَوَضَّأْ (رواہ ابنِ ماجہ)

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

مسجد میں کھانا کھایا جو گوشت تھا بھنا ہوا پھر اپنے ہاتھ سنگریزوں سے پونچھ ڈالے (جو مسجد میں بچھے ہوئے تھے)۔ پھر ہم کھڑے ہو گئے، ہم نے نماز پڑھی اور ہم نے ہاتھ اور منہ نہیں دھوئے۔

تشریح: محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ نہ دھونا یہ ظاہر کرنے کے لیے تھا کہ کھانے کے بعد ہاتھ منہ دھونا کوئی فرض یا واجب نہیں اور اِس کے بغیر بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اُمت کو رخصت اور جواز کی حدود سکھانے کے لیے بسا اوقات اولیٰ اور افضل کو ترک کر دیتے تھے، اور معلم اور ہادی ہونے کی حیثیت سے ایسا کرنا آپ ﷺ کے لیے ضروری تھا۔

ساتھ کھانے میں برکت ہے

✪ عَنْ وَحْشِيِّ بْنِ حَرْبٍ قَالَ إِنَّ اَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ! إِنَّا نَأْكُلُ وَلَا نَشْبَعُ قَالَ: ((لَعَلَّكُمْ تَفْتَرِقُوْنَ؟)) قَالُوْ نَعَمْ، قَالَ: ((فَاجْتَمِعُوْا عَلٰى طَعَامِكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ يُبَارَكْ لَكُمْ فِيْهِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بن حرب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارا حال یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہیں لیکن سیری حاصل نہیں ہوتی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ”شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو“ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہاں، الگ الگ کھاتے ہیں! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”تم کھانے پر ایک ساتھ بیٹھا کرو! اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ کر کے (اجتماعی طور پر) کھایا کرو، پھر تمہارے واسطے اِس کھانے میں برکت ہو گی اور طبیعت کو سیری حاصل ہو جایا کرے گی۔“

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهٖ قَالَ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ)) (رواہ احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتے:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ))

''ساری حمد وستائش اُس اللہ پاک کے لیے ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور مسلمان بنایا۔''

تشریح: کھانے کا عمل بظاہر خالص مادی عمل اور ایک بشری تقاضا ہے۔ البتہ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اور آخر میں اللہ کی حمد کرنا اور اُس کا شکر ادا کرنا اِس عمل کو نورانی و روحانی بنا دیتا ہے اور اُس پر خدا پرستی اور عبادت کا رنگ چڑھا دیتا ہے۔

ایک سانس میں پانی نہ پیا جائے

✪ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَتَنَفَّسُ فِی الشَّرَابِ ثَلٰثًا وَیَقُوْلُ اِنَّہٗ اَرْوٰی وَاَبْرَأُ وَاَمْرَأُ (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پینے میں تین دفعہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اِس طرح درمیان میں سانس لے لے کر پینے سے زیادہ سیرابی حاصل ہوتی ہے اور یہ زیادہ صحت بخش اور معدہ کے لیے زیادہ خوش گوار ہے۔

پینے کے برتن میں نہ سانس لیا جائے نہ پھونکا جائے

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَھٰی اَنْ یُّتَنَفَّسَ فِی الْاِنَاءِ اَوْ یُنْفَخَ فِیْہِ

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پینے کے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

تشریح: بعض لوگ برتن سے پانی پیتے پیتے اِسی میں سانس لیتے ہیں۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِس سے منع فرمایا گیا ہے اور اِس کی بھی ممانعت کی گئی ہے کہ برتن میں پھونک ماری جائے۔ یہ دونوں باتیں ناپسندیدہ اور تہذیب و سلیقہ کے خلاف ہیں اور صحت کے لیے بھی مضر ہیں۔

کھڑے ہو کر پینے کی ممانعت

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا (رواہ مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر کچھ پیے۔

تشریح : کھڑے ہونے کی حالت میں کوئی مشروب پینا پسندیدہ نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول بیٹھ کر ہی پینے کا تھا۔ البتہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پانی پیتے دیکھا ہے۔ اِس سلسلہ کی مختلف احادیث و روایات کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پانی پیا ہے۔ ممکن ہے اُس وقت ایسا کرنے کا کوئی خاص سبب ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف کھڑے ہو کر پینے کا جواز ظاہر کرنے کے لیے ایسا کیا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ جائز یہ بھی ہے اور اِس کی بھی گنجائش ہے، افضل و اولیٰ کے خلاف بھی عمل کر لیتے تھے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تعلیم کی نیت سے کرتے تھے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اُس وقت یہی اولیٰ و افضل ہوتا تھا۔ واللہ اعلم!

شراب پینے کی ممانعت

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَا مَۃَ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم : ((اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی بَعَثَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَھُدیً لِّلْعَالَمِیْنَ وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرَ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِیْبِ وَاَمْرِ الْجَاھِلِیَّۃِ وَحَلَفَ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ بِعِزَّتِیْ لَا یَشْرَبُ عَبْدٌ مِّنْ عَبِیْدِیْ جَرْعَۃً مِنْ خَمْرٍ اِلاَّ سَقَیْتُہٗ مِنَ الصَّدِیْدِ مِثْلَھَا وَلَا یَتْرُکُھَا مِنْ مَّخَافَتِی اِلاَّ سَقَیْتُہٗ مِنْ حِیَاضِ الْقُدُسِ)) (رواہ احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام عالَم کے لیے رحمت اور سب کے لیے وسیلہ ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور میرے پروردگار عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے معازف ومزامیر (یعنی ہر طرح کے باجوں)، بت پرستی اور صلیب پرستی کو مٹا دینے کا اور تمام رسوماتِ جاہلیت کو ختم کر دینے کا، اور میرے رب عزوجل نے عہد کر رکھا ہے کہ قسم ہے میری عزت وجلال کی! میرے بندوں میں سے جو بندہ شراب کا ایک

گھونٹ بھی پیئے گا تو میں آخرت میں اس کو اتنا ہی لہو و پیپ ضرور پلاؤں گا۔ اور جو بندہ میرے خوف سے شراب کو چھوڑ دے گا تو میں ضرور آخرت کے قُدسی حوضوں کی شرابِ طہور اُسے نوش کراؤں گا۔

تشریح :یہ حدیثِ مبارکہ رہنمائی دے رہی ہے کہ چند اصلاحی کام رسول اللہ ﷺ کے خاص مقاصد میں سے ہیں۔ بت پرستی اور صلیب پرستی کا قلع قمع کرنا، زمانۂ جاہلیت کی جاہلی رسومات کو ختم کرنا اور معازف و مزامیر یعنی ہر قسم کے باجوں کے رواج کو مٹانا۔ معازف اُن باجوں کو کہا جاتا ہے جو ہاتھ سے بجائے جاتے ہیں جیسے ڈھولک طبلہ، ستار، سارنگی وغیرہ اور مزامیر وہ باجے ہیں جو منہ سے بجائے جاتے یں جیسے شہنائی اور بانسری وغیرہ۔ رسول اللہ ﷺ تو مذکورہ بالا خرافات کو مٹانے آئے تھے لیکن آج بدقسمتی سے اُن ہی کے نام لیوا اِن خرافات کو رواج دے رہے ہیں۔ غمی کے موقع پر بدعات، خوشی کے موقع پر جاہلانہ رسومات اور موسیقی سے شغف کا معاملہ بڑھتا جا رہا ہے۔ انتہا یہ ہے کہ بزرگانِ دین کے مزارات پر عرسوں کے نام سے جو میلے ہوتے ہیں اُن میں دوسری خرافات کے علاوہ معازف و مزامیر کا بھی وہ زور ہوتا ہے کہ فسق و فجور کے کسی تماشے میں بھی اِس سے زیادہ نہ ہوتا ہوگا۔ مزارات پر یہ سب کچھ ثواب سمجھ کر کیا جا رہا ہے، شیطان کے مشن کو کامیاب کیا جا رہا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے مشن اور بزرگانِ دین کی تعلیمات کی خلاف ورزی کی جا رہی ہے۔

حدیثِ مبارکہ کے آخری حصہ میں شراب پینے والوں کے بارے میں اور خدا کے خوف سے شراب سے بچنے والوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ کسی وضاحت اور تشریح کا محتاج نہیں۔ اے اللہ! ہمیں اپنے اُن بندوں میں شامل فرما جو تیرے عذاب کی پکڑ کے خوف سے تیری نافرمانیوں سے بچتے ہیں اور ہمیں جنت کے قُدسی حوضوں کی شرابِ طہور سے سیراب فرما۔ آمین!

شراب کے حوالے سے دس آدمیوں پر لعنت

✪ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِي الْخَمْرِ عَشْرَةً عَاصِرَهَا وَ مُعْتَصِرَهَا وَشَارِبَهَا وَحَامِلَهَا وَالْمَحْمُوْلَةَ اِلَيْهِ وَسَاقِيَهَا وَبَائِعَهَا وَاٰكِلَ ثَمَنِهَا وَالْمُشْتَرِيْ لَهَا وَالْمُشْتَرَاةُ لَهٗ (رواہ الترمذی)

حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شراب کے سلسلہ میں (اِس سے تعلق رکھنے والے) دس آدمیوں پر لعنت کی۔ایک (انگور وغیرہ سے) شراب نچوڑنے والے پر (اگرچہ کسی دوسرے کے لیے نچوڑے) اور دوسرا اپنے واسطے نچوڑنے والے پر اور تیسرا اُس کے پینے والے پر اور چوتھا اُس پر جو شراب کو لے کر جائے اور پانچواں اُس پر جس کے لیے وہ لے جائی جائے اور چھٹا ساقی یعنی پلانے والے پر اور ساتواں اُس کے بیچنے والے پر اور آٹھواں اُس پر جو اُسے فروخت کر کے اُس کی قیمت کھائے اور نواں اُس کے خریدنے والے پر اور دسواں اُس پر جس کے لیے وہ خریدی جائے۔

نشہ آور شے کی تھوڑی سی مقدار بھی حرام ہے

✪ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا اَسْكَرَ كَثِيْرُهُ فَقَلِيْلُهُ حَرَامٌ))

(رواہ الترمذی)

حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شے کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اُس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔“

تشریح: بعض لوگ کہتے ہیں کہ دراصل ممنوع شراب نہیں،نشہ میں آنا ہے۔ہم تھوڑی مقدار میں شراب پیتے ہیں جس سے ہمیں نشہ نہیں آتا۔یہ حدیثِ مبارکہ اُن کی اِس گمراہی کا رَدّ کر رہی ہے۔بعض فقہاء نے اِس حدیث کی بنیاد پر تمبا کو کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا ہے کیونکہ اُس کا بھی زیادہ مقدار میں استعمال انسان کو نشہ میں مبتلا کر دیتا ہے۔

✪ عَنْ اَبِيْ مَالِكِ الْاَشْعَرِيِّ اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((لَيَشْرَبَنَّ نَاسٌ مِّنْ اُمَّتِي الْخَمْرَ يُسَمُّوْنَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابو مالک اشعری ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپ ارشاد فرماتے تھے کہ میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور (از راہ فریب) اُس کا کوئی دوسرا نام رکھیں گے۔

لباس کے احکام وآداب

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُيَلَاءَ لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)) (رواه البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو کوئی اپنا کپڑا استکبار اور فخر کے طور پر زیادہ نیچا کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر بھی نہ اٹھائے گا۔"

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((اِزْرَةُ الْمُؤْمِنِ اِلٰى اَنْصَافِ سَاقَيْهِ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْكَعْبَيْنِ، وَمَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ فِی النَّارِ يَقُوْلُ ثَلَاثًا: لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلٰى مَنْ جَرَّ اِزَارَهٗ بَطَرًا)) (رواه ابن ماجه)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے کہ مومن بندہ کے لیے تہبند باندھنے کا طریقہ (یعنی بہتر اور اولیٰ صورت) یہ ہے کہ نصف ساق تک (یعنی پنڈلی کے درمیانی حصہ تک ہو) اور نصف ساق اور ٹخنوں کے درمیان تک ہو تو یہ بھی گناہ نہیں ہے، یعنی جائز ہے۔ اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ ٹخنوں سے نیچے والا حصہ جہنم میں ہے (راوی کہتے ہیں کہ) یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمائی۔ (اِس کے بعد فرمایا) اللہ اُس آدمی کی طرف نگاہ اٹھا کے بھی نہ دیکھے گا جو ازراہِ فخر وتکبر اپنی تہبند گھسیٹ کر چلے گا۔

تشریح: مومن کے لیے اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ اُس کا تہبند (اور اِسی طرح پاجامہ) نصف پنڈلی تک ہو، اور ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو یہ بھی جائز ہے۔ لیکن اس سے نیچے جائز نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے اور اِس پر جہنم کی وعید ہے۔ البتہ یہ وعید اُسی صورت میں ہے جبکہ لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کا محرک اور باعث استکبار اور فخر وغرور کا جذبہ ہو۔

اِن احادیث میں فخر اور غرور والا لباس پہننے والوں کو یہ سخت وعید سنائی گئی ہے کہ وہ روزِ قیامت یعنی ایک ایسے دن اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے محروم رہیں گے جس دن ہر بندہ اپنے ربِ

کریم کی نگاہِ رحم وکرم کا سب سے زیادہ محتاج اور آرزومند ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اُس دن اُنہیں بالکل ہی نظرانداز کردے گا اور اُن کی طرف نظر اُٹھا کر بھی نہ دیکھے گا۔ کیا انتہا ہے محرومی اور بدبختی کی۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا!

✪ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ ؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِهَا)) (رواہ النسائی)

حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سونا اور ریشمی کپڑے کا استعمال میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال اور جائز ہے اور مردوں کے لیے حرام ہے۔

تشریح: دیگر احادیث سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ مردوں کے لیے وہ کپڑا حرام وناجائز ہے جو خالص ریشم سے بنایا گیا ہو یا اُس میں ریشم غالب ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو جائز ہے۔ اِسی طرح ایسا کپڑا بھی مردوں کے لیے ناجائز ہے جو ریشمی نہ ہو لیکن اُس پر نقش ونگار ریشم سے بنائے گئے ہوں، یا دو چار انگل کا ریشمی حاشیہ ہو۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَةَ الْمَرْاَةِ وَالْمَرْاَةَ تَلْبَسُ لِبْسَةَ الرَّجُلِ (رواہ ابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن مردوں پر لعنت فرمائی جو زنانہ لباس پہنیں اور اُن عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردانہ لباس پہنیں۔"

✪ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَتَصَدَّقُوْا وَالْبَسُوْا مَا لَمْ یُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَّلَا مَخِیْلَةٌ))

(رواہ النسائی)

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد (شعیب) سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اجازت ہے خوب کھاؤ، پیو، دوسروں پر صدقہ کرو اور کپڑے بنا کر پہنو، بشرطیکہ اسراف اور نیت میں فخر واستکبار نہ ہو۔"

تشریح : اِس حدیثِ مبارکہ میں رہنمائی دی گئی کہ انسان احکاماتِ شریعت کا پاس کرتے ہوئے جو چاہے سو کھائے اور پیے اور جس طرح کا لباس چاہے پہنے۔ البتہ اسراف اور تکبر کے اظہار سے بچے۔

سادگی اور خستہ حالی بھی ایک ایمانی رنگ ہے

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: ذَكَرَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَوْمًا عِنْدَهُ الدُّنْيَا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَلَا تَسْمَعُوْنَ اَلَا تَسْمَعُوْنَ ؟ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ اِنَّ الْبَذَاذَةَ مِنَ الْاِيْمَانِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دنیا کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم سنتے نہیں کیا تم سنتے نہیں (یعنی سنو اور غور سے سنو اور یاد رکھو) کہ سادگی اور خستہ حالی بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے"، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکرر ارشاد فرمایا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری سادگی وخستہ حالی اور زینت و آرائش کی طرف سے بے فکری یا کم توجہی، اندرونی ایمانی کیفیت سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایمان ہی کا ایک شعبہ، رنگ اور علامت ہے۔

لباس میں خاکساری اور تواضع پر انعام واکرام

✪ عَنْ مُعَاذِبْنِ اَنَسِ الْجُهَنِيِّ، عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَنْ تَرَكَ اللِّبَاسَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَيْهِ دَعَاهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ مِنْ اَيِّ حُلَلِ الْاِيْمَانِ شَاءَ يَلْبَسُهَا)) (رواہ الترمذی)

معاذ بن انس جہنی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو بندہ بڑھیا لباس کی استطاعت کے باوجود ازراہِ تواضع وانکساری اُس کو استعمال نہ کرے (اور سادہ معمولی لباس ہی پہنے) تو اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ وہ ایمان کے جوڑوں میں سے جو جوڑا پسند کرے اُس کو زیب تن کرے۔"

تشریح :اِس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اُن بندوں کے لیے بشارت ہے جو مالدار ہونے کے باوجود

قیمتی لباس نہیں پہنتے اور ایسا اِس لیے کرتے ہیں تاکہ دوسروں پر کوئی بڑائی ظاہر نہ ہو یا کوئی غریب و نادار فرد احساسِ کمتری میں مبتلا نہ ہو۔ بلاشبہ یہ بہت ہی مبارک اور پاکیزہ جذبہ ہے۔ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ اُنہیں اختیار دے گا کہ وہ اہلِ جنت کے لیے تیار کردہ لباس کے اعلیٰ جوڑوں میں سے جو چاہیں زیب تن کرلیں۔

رسول اللہ ﷺ کا لباس

رسول اللہ ﷺ مذکورۂ بالا احادیث میں لباس کے حوالے سے بیان شدہ احکام وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا لباس زیب تن فرماتے تھے جس کا آپ ﷺ کے زمانے اور علاقے میں رواج تھا۔ آپ ﷺ کے لباس میں تہبند، کرتا، چادر، ٹوپی اور عمامہ شامل تھے۔ یہ کپڑے اکثر و بیشتر معمولی سوتی قسم کے ہوتے تھے۔ کبھی کبھی دوسرے علاقوں کے بنے ہوئے ایسے بڑھیا قیمتی کپڑے بھی پہن لیتے تھے جن پر ریشمی حاشیہ یا نقش ونگار بنے ہوتے تھے۔ اِسی طرح کبھی کبھی بہت خوش نما یمنی چادریں بھی زیب تن فرمالیتے تھے جو اُس زمانے کے خوش پوشوں کا لباس تھا۔ گویا آپ ﷺ نے امت کو اپنے ارشادات اور طرزِ عمل سے یہ تعلیم دی کہ کھانے پینے کی طرح لباس کے بارے میں بھی وسعت ہے۔ اللہ کی طے کردہ حدود کی پابندی کے ساتھ معمولی یا قیمتی اور علاقائی وقومی لباس پہنا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت کے اُن اصحابِ صلاح وتقویٰ نے جن کی زندگی میں اتباعِ سنت کا حد درجہ اہتمام تھا، یہ ضروری نہیں سمجھا کہ بس وہی لباس استعمال کریں جو رسول اللہ ﷺ استعمال فرماتے تھے۔ دراصل لباس ایسی چیز ہے کہ تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ اِس میں تبدیلی واقع ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اِسی طرح علاقوں کی جغرافیائی وموسمی خصوصیات اور بعض دوسرے عوامل بھی لباس کی وضع قطع اور نوعیت پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ ساری دنیا کے لوگوں کا لباس یکساں ہو، یا کسی قوم یا کسی علاقے کا لباس ہمیشہ ایک ہی رہے۔ اِس لیے شریعت میں کسی خاص قسم اور خاص وضع کے لباس کی پابندی نہیں لگائی گئی۔ ہاں ایسے اصولی احکام دیے گئے ہیں جن کی ہر زمانے میں اور ہر جگہ بہ سہولت پابندی کی جاسکتی ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِذَا انْتَعَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَ اِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ لِيَكُنِ الْيُمْنٰى اَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَاٰخِرَهُمَا

تُنْزَعُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی جوتا پہنے تو پہلے داہنے پاؤں میں پہنے اور جب نکالنے لگے تو پہلے بائیں پاؤں سے نکالے (الغرض) داہنا پاؤں جوتا پہننے میں مقدم اور نکالنے میں مؤخر ہو۔

تشریح: سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ انسان ادنیٰ سے اعلیٰ حالت میں جاتے ہوئے کام کا آغاز داہنے اعضاء سے کرے اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف لوٹتے ہوئے کام کا آغاز بائیں اعضاء سے کرے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِسی سنت کا بیان ہے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَاٰی خَاتِمًا مِّنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ فَنَزَعَهٗ فَطَرَحَهٗ وَقَالَ: ((يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰی جَمْرَةٍ مِنْ نَّارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهٖ)) فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خُذْ خَاتِمَكَ اِنْتَفِعْ بِهٖ قَالَ لَا وَاللّٰهِ لَا اٰخُذُهٗ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی اور ارشاد فرمایا کہ: "تم میں سے کسی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی خواہش سے دوزخ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے (یعنی مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی گویا دوزخ کی آگ ہے جو اُس نے شوق سے ہاتھ میں لے رکھی ہے)۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی نے اُن صاحب سے کہا (جن کے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دی تھی) کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور (کسی طرح) اپنے کام میں لے آؤ (مثلاً فروخت کردو، یا گھر کی خواتین میں سے کسی کو دے دو) اُن صاحب نے کہا اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اُس شے کو نہیں اُٹھاؤں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہے۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ کی رُو سے مَردوں کے لیے سونے کا استعمال حرام ہے خواہ وہ چھوٹی سی انگوٹھی کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔ کسی استاد یا مربی کو اِس کی بھی اجازت ہے کہ اگر اُس کے کسی زیرِ تربیت فرد کے پاس کوئی حرام شے ہو تو وہ اُسے چھین کر پھینک دے۔ اِس حدیثِ مبارکہ

سے یہ بھی واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے حکم کی کیا قدر و منزلت تھی۔ اُن کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا فرمان سونے کی انگوٹھی کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ قیمتی تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے حبیب ﷺ کی ایسی فرمانبرداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

داڑھی مونچھ کے بالوں اور ظاہری ہیئت سے متعلق ہدایات

رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات اور طرزِ عمل سے زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح ظاہری ہیئت اور شکل و صورت کے بارے میں بھی اُمت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اِس سلسلہ کی چند احادیث درج ذیل ہیں:

✪ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ: ((اَلْفِطْرَةُ خَمْسٌ: اَلْخِتَانُ وَ الْاِسْتِحْدَادُ وَقَصُّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمُ الْاَظْفَارِ وَنَتْفُ الْاٰبَاطِ)) (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے سنا نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرما رہے تھے کہ پانچ کام انسان کی فطرت سلیمہ کے تقاضے ہیں: ختنہ، زیر ناف بالوں کی صفائی، مونچھیں تراشنا، ناخن لینا اور بغل کے بال لینا۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں بیان شدہ پانچ کاموں کو بعض دیگر احادیث میں انبیاء و مرسلینؑ کی سنت بتایا گیا ہے۔ چونکہ یہ کام انسانی فطرت کے تقاضے ہیں، اِس لیے ہونا بھی یہی چاہیے کہ تمام انبیاءؑ نے اِن کاموں پر عمل اور اِن کی تلقین کی ہو۔ اِن تمام کاموں کا مقصد طہارت، صفائی اور پاکیزگی ہے جو بلاشبہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔

✪ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ وُقِّتَ لَنَا فِیْ قَصِّ الشَّارِبِ وَ تَقْلِيْمِ الْاَظْفَارِ وَنَتْفِ الْاِبِطِ وَحَلْقِ الْعَانَةِ اَنْ لَّا نَتْرُكَ اَكْثَرَ مِنْ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (رواہ مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مونچھیں ترشوانے، ناخن لینے اور بغل و زیرِ ناف بالوں کی صفائی کے سلسلہ میں ہمارے واسطے مدت مقرر کردی گئی ہے کہ ۴۰ دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

✪ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُقَلِّمُ اَظْفَارَهٗ، وَيَقُصُّ شَارِبَهٗ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ قَبْلَ اَنْ يَّرُوْحَ اِلَى الصَّلَاةِ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز نماز کے لیے نکلنے سے پہلے اپنے ناخن لیتے اور مونچھیں تراشتے تھے۔“

تشریح: اِن احادیث کی روشنی میں سنت یہی ہے کہ ہر ہفتہ جسمانی اصلاح وصفائی کا کام کیا جائے۔ البتہ آخری حد ۴۰ دن تک کی ہے۔ اگر اِس سے زیادہ تغافل برتا تو ایک درجہ کی نافرمانی ہوگی، اور علماء نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ سے نماز بھی مکروہ ہوگی۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللِّحٰى)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ”مونچھوں کو خوب باریک کرو اور داڑھیاں چھوڑو۔“

تشریح: داڑھی مرد کی زینت اور اُس کے وقار کی علامت ہے۔ یہ تمام انبیاء کرامؑ کی سنت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ البتہ بڑی مونچھیں تکبر کی علامت ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں باریک کرنے کا حکم دیا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں داڑھی چھوڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اِس کا کوئی ذکر نہیں کہ داڑھی کس حد تک چھوڑی جائے۔ حدیث کے الفاظ سے شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید داڑھی کو قینچی لگانا منع ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ریش مبارک کو برابر وہموار کرنے کے لیے اُس کے عرض اور طول میں سے کچھ ترشوا دیتے تھے۔ اِس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی روایت میں ہے کہ وہ داڑھی کے ایک مشت سے زائد بالوں کو ترشوا دیتے تھے۔ بعض دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل بھی یہی روایت کیا گیا ہے۔ اِن سب روایات کی روشنی میں اِس حدیث کا مدعا یہ ہوگا کہ داڑھی رکھی جائے، منڈائی نہ جائے اور نہ ہی زیادہ کم کرائی جائے۔ فقہا کے نزدیک داڑھی ایک مشت سے کم کرانا درست نہیں ہے۔ ایک مشت کی مقدار کی یہ تحدید کسی حدیث میں نہیں ہے۔ غالباً اِس کی بنیاد یہی ہے کہ صحابہٴ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک مشت تک داڑھی رکھنا تو ثابت ہے، اِس سے کم کرانا ثابت نہیں۔ واللہ اعلم!

✪ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍؓ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِى الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ ثَائِرَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِيَدِهٖ اَنْ اُخْرُجْ كَاَنَّهٗ يَعْنِى اِصْلَاحَ شَعْرِ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ فَفَعَلَ الرَّجُلُ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلَيْسَ هٰذَا خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْتِىَ اَحَدُكُمْ ثَائِرُ الرَّأْسِ كَاَنَّهٗ شَيْطَانٌ))

(رواه مالك)

حضرت عطاء بن یسارؓ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے، ایک آدمی مسجد میں آیا، اُس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اُس کو اشارہ فرمایا، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ باہر جائے اور اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو ٹھیک کر لے، چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا اور پھر لوٹ کر آ گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیا یہ (تمھارا سر اور داڑھی کے بالوں کو درست کر کے آنا) اِس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی سر کے بال بکھیرے ہوئے ایسی (وحشیانہ) صورت میں آئے کہ گویا وہ شیطان ہے۔“

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ ایسے تصورات کی نفی کر رہی جن کے مطابق اللہ والوں اور آخرت کے طلب گاروں کو اپنی صورت و ہیئت اور لباس کے حسن و قبح سے بے پرواہ ہو کر میلا کچیلا، پراگندہ حال اور پراگندہ بال رہنا چاہیے۔ اِسی طرح یہ تصور بھی غلط ہے کہ صورت و لباس کی صفائی، ستھرائی اور بناؤ سنگار دنیا داری ہے۔ اچھا اور صاف ستھرا لباس پہننا، شکل و صورت کی درستگی کے لیے سر اور داڑھی کے بالوں کو سنوارنا اور اعتدال کے ساتھ زیب و زینت اختیار کرنا جائز ہی نہیں بلکہ پسندیدہ ہے۔ البتہ اِس حوالے سے حد سے زیادہ اہتمام کرنا اور فضول و بے جا تکلفات اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح اِس شعبہ سے متعلق بھی رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کا حاصل یہی ہے کہ افراط و تفریط سے بچتے ہوئے اعتدال کی راہ اپنائی جائے۔

ستر اور پردے کے بارے میں ہدایات

انسان کی معاشرتی زندگی میں ستر اور پردے کے مسئلہ کی خاص اہمیت ہے۔ یہ اُن خصائص میں سے ہے جن میں انسان، حیوانات سے ممتاز ہے۔ خالقِ کائنات نے حیوانات میں حیا اور شرم

کا وہ مادہ نہیں رکھا جو انسان کی فطرت میں رکھا گیا ہے۔ حیوانات اپنے جسم کے کسی حصے کو اور اپنے کسی فعل کو چھپانے کی اُس طرح کوشش نہیں کرتے جس طرح انسان کرتا ہے۔ ایسا انسان اِس لیے کرتا ہے کہ اِس کے لیے وہ اپنی فطرت سے مجبور ہے۔ فطرت کے اِسی تقاضے کی وجہ سے تمام اقوام و ملل اپنے عقائد و نظریات اور رسوم و عادات کے بہت سے اختلافات کے باوجود بنیادی طور پر اِس پر متفق ہیں کہ آدمی کو حیوانات کی طرح ننگ دھڑنگ نہیں رہنا چاہیئے۔ تمام انسانی گروہ اِس پر بھی متفق ہیں کہ ستر اور پردے کے معاملہ میں عورت مرد کے مقابلہ میں زیادہ حساس ہوتی ہے۔ اُس کی جسمانی ساخت ایسی ہے کہ اُس میں جنسی کشش مرد کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ اِسی لیے خالقِ مرد و زن نے عورت میں حیا کا جذبہ مرد سے زیادہ رکھا ہے۔

ستر و حجاب کے حوالے سے اصولی اور بنیادی احکام قرآنِ مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ سورۂ اعراف میں ارشاد ہوا کہ ہم نے انسان کو ایسا لباس عطا کیا ہے جو نہ صرف ستر پوشی کرنے والا بلکہ باعثِ زیب و زینت بھی ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ لباس میں تقویٰ یعنی اللہ کی فرمانبرداری کا اہتمام کرے۔ شیطان کے حملوں سے ہوشیار رہے۔ وہ انسان کو اُسی طرح بے پردہ کرنے کی کوشش کرے گا جیسے اُس نے جنت میں حضرت آدمؑ اور اماں حوا سلام علیہا کو ورغلایا تھا۔ سورۂ احزاب میں عورتوں کو باور کرایا گیا کہ وہ وقار کے ساتھ گھر میں رہیں۔ باہر نکل کر اپنے حسن کی نمائش نہ کریں۔ اگر ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو پورے پردے والا لباس پہن اوڑھ کر نکلیں۔ اگر نامحرموں سے گفتگو کرنی ہی پڑ جائے تو حجاب کی اوٹ سے کریں اور انداز میں نرمی یا لوچ اختیار نہ کریں۔ سورۂ نور میں ہدایت دی گئی کہ کسی کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو۔ گھر میں مرد اور خواتین ستر کے احکامات کی پابندی کریں اور نظروں کی حفاظت کریں۔ خواتین سینے کے ابھار چھپانے کا اہتمام کریں۔ نامحرم مردوں سے پردہ کریں اور اُن کے سامنے کسی قسم کی زیب و زینت ظاہر نہ کریں۔

فطرت اگر مسخ نہ ہوئی ہو تو ان شاء اللہ عقلِ سلیم کی روشنی میں غور و فکر ثابت کر دے گا کہ مذکورہ بالا احکامات انسان کے جذبۂ حیا کے فطری تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں اور اُسے ایسے شیطانی و شہوانی فتنوں سے محفوظ رکھتے ہیں جو زندگی کو پراگندہ اور اخلاق کو برباد کرتے ہیں۔ یہ وہ فتنے ہیں جو بعض اوقات بڑے شرم ناک اور گھناؤنے نتائج کا باعث بن جاتے ہیں۔

دینِ اسلام کی اصولی تعلیمات تو قرآنِ حکیم میں بیان ہوتی ہیں لیکن اُن کی تفصیل اور وضاحت نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اِسی طرح ستر و حجاب کے معاملہ میں بھی آپ ﷺ نے تفصیلی ہدایات دی ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں:

عورت کا ستر

✪ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَکْرٍ ؓ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَعَلَیْھَا ثِیَابٌ رِقَاقٌ، فَاَعْرَضَ عَنْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَقَالَ: ((یَا اَسْمَاءُ! اِنَّ الْمَرْاَۃَ اِذَا بَلَغَتِ الْمَحِیْضَ لَمْ تَصْلُحْ اَنْ یُّرٰی مِنْھَا اِلَّا ھٰذَا وَھٰذَا وَاَشَارَ اِلٰی وَجْھِہٖ وَکَفَّیْہِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ (میری بہن) اسما بنتِ ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور وہ باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں تو آپ ﷺ نے اُن کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہا کہ: اے اسماء! عورت جب بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اُس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔

تشریح: ستر جسم کا وہ حصہ ہے جس کا معمول کے حالات میں دوسروں سے چھپانا فرض ہے ماسوائے زوجین یعنی خاوند اور بیوی کے۔ عورت کا ستر ہاتھ پاؤں اور چہرے کی ٹکیہ کے علاوہ پورا جسم ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق عورت کا سارا جسم ستر ہے سوائے چہرے اور ہاتھ کے۔ البتہ عورت کے لیے عورت کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ ایک عورت کے لیے ستر کا پردہ اُن افراد سے ہے جن کو شریعت نے ''محرم'' قرار دیا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ خواتین کے لیے ایسا باریک کپڑا پہننا جائز نہیں جس سے جسم نظر آئے۔ وہ پورے جسم کو دبیز کپڑے سے چھپائیں گی سوائے چہرے اور ہاتھوں کے۔ یہاں یہ ملحوظ رہے کہ اِس حدیث میں ایک خاتون کے لیے ستر کا حکم بیان ہوا ہے اور یہ گھر کے اندر کے لیے ہے۔ حجاب (پردہ) کا حکم اِس سے الگ ہے اور وہ گھر سے باہر کے لیے ہے۔ وہ حکم یہ ہے کہ خواتین بلا حقیقی ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اگر ضرورت اور کام سے باہر نکلیں تو چہرے اور ہاتھوں کو بھی چھپائیں۔ ستر اور حجاب شریعت کے دو علیحدہ حکم ہیں اور اِن کی حدود الگ الگ ہیں۔ اِس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے

بعض حضرات کو اشتباہ ہو جاتا ہے اور وہ چہرے کے پردے کی نفی کر بیٹھتے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ حضرت اسماءؓ کے آپ کے سامنے آنے کے جس واقعہ کا اِس حدیث میں ذکر کیا گیا ہے وہ حجاب (پردہ) کا حکم نازل ہونے سے پہلے کا ہے، کیونکہ اِس حکم کے نازل ہونے کے بعد حضرت اسماءؓ اِس طرح آپ ﷺ کے سامنے نہیں آ سکتی تھیں۔ واللہ اعلم!

مرد کا ستر

✪ عَنْ جَرْهَدٍؓ قَالَ جَلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عِنْدَنَا وَفَخِذِیْ مُنْكَشِفَةٌ فَقَالَ: ((اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ میری ران کپڑا ہٹنے سے ظاہر ہوگئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ران (بھی) ستر میں شامل ہے (یعنی اس کا کھولنا جائز نہیں)۔

تشریح: مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد سے معلوم ہوا کہ انسانی جسم میں صرف شرم گاہ اور اُس کے قریبی حصے ہی نہیں بلکہ ران بھی ستر میں شامل ہے۔ یہاں ران کو عَوْرَةٌ فرمایا گیا ہے جس کے معنی ہیں چھپانے کی چیز۔ گویا ران جسم کا چھپانے والا حصہ ہے اور اِس کا کھلنا شرم وحیا کے خلاف ہے۔

تنہائی میں بھی ستر کا چھپانا ضروری ہے

✪ عَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ اِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ اَوْمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ)) فَقَالَ: الرَّجُلُ يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: ((اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ لَّا يَرَاهَا اَحَدٌ فَافْعَلْ)) قُلْتُ: وَالرَّجُلُ يَكُوْنُ خَالِيًا، قَالَ: ((فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّسْتَحْيٰى مِنْهُ)): (رواہ الترمذی)

بہز بن حکیم نے اپنے والد حکیم سے اور اُنہوں نے بہز کے دادا (یعنی اپنے والد) معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی شرم گاہ محفوظ رکھو (کسی کے سامنے نہ کھولو) سوائے اپنی بیوی اور (شرعی) باندی کے۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ

نے پوچھا: اگر ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ہو تو کیا ستر کھول سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تمہارے لیے ممکن ہو کہ وہ تمہارے ستر کو نہ دیکھے تو ستر کی حفاظت کرو۔ معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ جب آدمی بالکل تنہائی میں ہو تو کیا ستر کھول سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا زیادہ حق ہے کہ اُس سے شرم کی جائے۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّي فَاِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَّا يُفَارِقُكُمْ اِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِيْنَ يُفْضِيْ الرَّجُلُ اِلٰى اَهْلِهٖ فَاسْتَحْيُوْهُمْ وَاَكْرِمُوْهُمْ)) (رواه الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! (تنہائی کی حالت میں بھی) برہنگی سے پرہیز کرو (یعنی بے ضرورت تنہائی میں بھی ستر نہ کھولو) کیونکہ تمہارے ساتھ فرشتے برابر رہتے ہیں، کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتے، سوائے قضائے حاجت اور میاں بیوی کے صحبت کے وقت کے، لہٰذا اُن سے حیا کرو اور اُن کا احترام کرو۔

تشریح: یہ ارشاداتِ نبوی ﷺ یاددہانی کرا رہے ہیں کہ انسان کے پاس کوئی شخص نہ ہو تب بھی وہ تنہا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اور کراماً کاتبین ہر وقت اُس کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ فرشتے صرف اُن اوقات میں اُس سے الگ ہوتے ہیں جب وہ اپنی فطری ضرورت سے بے پردہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اُسے چاہیے کہ اللہ اور اُس کے فرشتوں کی موجودگی کا پاس کرے اور بلاضرورت برہنہ نہ ہو۔

عورتیں گھروں تک محدود رہیں

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ: ((اَلْمَرْاَةُ عَوْرَةٌ فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ وَاَقْرَبُ مَا تَكُوْنُ مِنْ وَجْهِ رَبِّهَا وَهِيَ فِيْ قَعْرِ بَيْتِهَا))

(رواه ابن خزیمه)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: عورت گویا ستر ہے (یعنی جس طرح ستر کو چھپا رہنا چاہیے اسی طرح عورت کو گھر میں پردے میں رہنا چاہیے)۔ پس جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اُس کو تاکتا اور اپنی نظروں کا نشانہ بناتا

ہے۔ اور وہ اپنے رب کی رحمت کے زیادہ قریب اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر کے اندرونی حصہ میں ہوتی ہے۔

تشریح: عربی زبان میں ''عورت'' اُس چیز یا جسم کے اُس حصہ کو کہتے ہیں جسے چھپانا ضروری اور ظاہر کرنا معیوب سمجھا جائے۔ اِس ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق ''اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ'' یعنی ایک خاتون کو پردے میں رہنا چاہیے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان تاک جھانک کرتا ہے۔ لہٰذا خواتین کو حتی الوسع باہر نکلنا ہی نہیں چاہیے تاکہ شیطان اور اُس کے چیلے چانٹوں کو شیطنت اور شرارت کا موقع ہی نہ ملے۔ سورہ احزاب آیت ۳۳ میں ارشاد ہوا '' اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ رہو اور دورِ جاہلیت کی سی سج دھج نہ دکھاتی پھرو''۔ اگر چہ خواتین کا دائرۂ عمل اُن کا گھر ہے' تاہم کسی اشد ضرورت کے تحت وہ گھر سے باہر جاسکتی ہیں۔ ایسی صورت میں وہ اِس طرح باپردہ نکلیں کہ زینت و آرائش کا اظہار نہ ہو۔

بدنظری موجبِ لعنت ہے

✪ عَنِ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِی اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''خدا کی لعنت ہے دیکھنے والے پر اور اُس پر جس کو دیکھا جائے۔''

دوسروں کے ستر کو مت دیکھو

✪ عَنْ عَلِیٍّ ؓ قَالَ: قَالَ لِیَ النَّبِیُّ ﷺ: ((لَا تُبْرِزْ فَخِذَکَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی فَخِذِ حَیٍّ وَّلَا مَیِّتٍ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہدایت فرمائی کہ: ''اپنی ران نہ کھولو اور کسی زندہ یا مردہ آدمی کی ران کی طرف نظر نہ کرو۔''

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((لَا یَنْظُرُ الرَّجُلُ اِلٰی عَوْرَۃِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْاَۃُ اِلٰی عَوْرَۃِ الْمَرْاَۃِ وَلَا یُفْضِی الرَّجُلُ اِلَی الرَّجُلِ

فِی ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِی الْمَرْأَةُ اِلَی الْمَرْأَةِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ)) (مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: مرد دوسرے مرد کے ستر کی طرف اور عورت دوسری عورت کے ستر کی طرف نظر نہ کرے اور نہ ایک مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک ہی چادر میں بے حجاب ہو اور نہ ہی ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک ہی چادر میں بے حجاب ہو۔

تشریح: یہ احادیثِ مبارکہ آگاہ کر رہی ہیں کہ نظروں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ کسی نامحرم کو جان بوجھ کر نہ دیکھا جائے اور نہ ہی اپنے یا کسی اور کے ستر میں شامل اعضائے جسمانی کو دیکھا جائے۔ جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جائے گا یعنی اُس پر اللہ کی طرف سے لعنت ہوگی۔ اِسی طرح جنسی بے راہ روی سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دو مرد یا دو عورتیں ایک ہی چادر اوڑھ کر ساتھ نہ لیٹیں۔ گویا اسلام نے ہمیں ایسی ہدایات عطا فرمائیں ہیں جن سے اُن تمام راستوں کو بند کر دیا ہے جو جنسی جرائم کی طرف لے جاتے ہیں۔

✪ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ اَسْتَأْذِنُ عَلٰى اُمِّى؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ)) فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّىْ مَعَهَا فِى الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا)) فَقَالَ الرَّجُلُ اِنِّىْ خَادِمُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا اَتُحِبُّ اَنْ تَرَاهَا عُرْيَانَةً؟)) قَالَ لَا قَالَ: ((فَاسْتَأْذِنْ عَلَيْهَا)) (رواه مالك مرسلاً)

حضرت عطاء بن یسار تابعیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا میں اپنی ماں کے پاس جانے کے لیے بھی پہلے اجازت طلب کروں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں! ماں کے پاس جانے کے لیے بھی اجازت لو! اُس شخص نے عرض کیا کہ: میں ماں کے ساتھ ہی گھر میں رہتا ہوں (مطلب یہ کہ میرا گھر کہیں الگ نہیں ہے، ہم ماں بیٹے ایک ہی گھر میں ساتھ رہتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں بھی میرے لیے ضروری ہے کہ اجازت لے کر گھر میں جاؤں؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں اجازت لے کر ہی جاؤ۔ اُس شخص نے عرض کیا کہ: میں ہی اُس کا خادم ہوں (اُس کے سارے کام کاج میں ہی کرتا

ہوں اِس لیے بار بار جانا ہوتا ہے ایسی صورت میں تو ہر دفعہ اجازت لینا ضروری نہ ہوگا۔
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: نہیں اجازت لے کر ہی جاؤ، کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اُسے برہنہ دیکھو! اُس شخص نے عرض کیا کہ: یہ تو ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تو پھر اجازت لے کر ہی جاؤ۔

تشریح: بغیر اجازت اور اچانک ماں کے گھر میں جانے کی صورت میں اِس کا بھی امکان ہے اُس نے کسی ضرورت سے کپڑے اتارے ہوئے ہوں اور بیٹے کی اُسی حالت میں اُس پر نظر پڑ جائے۔ اِس لیے ماں کے پاس بھی اجازت لے کر ہی جانا چاہیے۔

نامحرم پر اچانک نگاہ پڑ جائے تو پھیر لو

✪ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ ؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ نَظَرِ الْفُجَأَةِ فَأَمَرَنِىْ اَنْ اَصْرِفَ بَصَرِىْ (رواہ مسلم)

حضرت جریر بن عبداللہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں دریافت کیا (یعنی یہ کہ اگر اچانک کسی نامحرم عورت پر یا کسی کے ستر پر نظر پڑ جائے تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟) تو آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ادھر سے اپنی نگاہ پھیر لوں۔

✪ عَنْ بُرَيْدَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَلِيٍّ : ((يَا عَلِيُّ لَا تُتْبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْاُوْلٰى وَلَيْسَتْ لَكَ الْاٰخِرَةُ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے ایک دفعہ فرمایا: ”اے علی! (اگر کسی نامحرم پر تمہاری نظر پڑ جائے) تو دوبارہ نظر نہ کرو، تمہارے لیے پہلی نظر (جو بلا ارادہ اور اچانک پڑ گئی وہ) تو جائز ہے (یعنی اِس پر مواخذہ اور گناہ نہ ہوگا) اور دوسری جائز نہیں۔“

✪ عَنْ اَبِىْ اُمَامَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : ((مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ اِلٰى مَحَاسِنِ امْرَأَةٍ اَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغُضُّ بَصَرَهٗ اِلَّا اَحْدَثَ اللّٰهُ لَهٗ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا))

(رواہ احمد)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس مردِ مؤمن کی کسی عورت کے حسن و جمال پر پہلی دفعہ نظر پڑ جائے پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے اور (اُس کی طرف نہ دیکھے) تو اللہ تعالیٰ اُسے ایسی عبادت نصیب فرمائے گا جس کی وہ لذت وحلاوت محسوس کرے گا۔

تشریح: نظر کی حفاظت کا اصل اجر تو آخرت میں عطا ہوگا لیکن ایک ناجائز نفسانی لذت کی قربانی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو حلاوتِ عبادت کی نہایت اعلیٰ روحانی لذت اِسی دنیا میں عطا فرما دیتا ہے۔

بری خواہش کا علاج

✪ عَنْ جَابِرٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّ الْمَرْاَةَ تُقْبِلُ فِیْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِیْ صُوْرَةِ شَيْطَانٍ فَاِذَا اَبْصَرَ اَحَدُكُمْ امْرَاَةً فَلْيَأْتِ اَهْلَهٗ فَاِنَّ ذٰلِكَ يَرُدُّ مَا فِیْ نَفْسِهٖ)) (رواہ مسلم)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایسا ہوتا ہے کہ کوئی عورت شیطان کی طرح آتی اور جاتی ہے (یعنی اُس کا ڈھنگ اور اُس کی چال آدمی کے لیے شیطانی فتنہ کا سامان بن سکتی ہے) تو اگر تم میں سے کوئی ایسی عورت کو دیکھے تو اُسے چاہیے کہ اپنی بیوی کے پاس آئے (اور اپنی نفسانی خواہش پوری کر لے) بے شک اِس سے نفس میں پیدا ہونے والی بری خواہش جاتی رہے گی۔

تشریح: انسان کی یہ کمزوری ہے کہ کوئی کھانے پینے کی مرغوب چیز دیکھے یا اُس کی خوشبو ہی محسوس ہو تو اُس کے لیے خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ گرمی اور تپش کی حالت میں ٹھنڈی، سایہ دار اور خوش منظر جگہ کو دیکھ کر وہاں قیام کرنے کو جی چاہنے لگتا ہے۔ اِسی طرح کسی غیر عورت پر اچانک نگاہ پڑ جانے سے بعض اوقات نفس میں شہوانی تقاضا پیدا ہو جاتا ہے۔ اِس سے انسان ایک قسم کی بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں نفس کی شرارت اور شیطان کا حملہ بُرے نتیجہ تک نہ پہنچا دے۔ اِس حدیث میں نفس وروح کے معالجِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے نفس میں پیدا ہونے والے شہوانی تقاضے کا علاج بتایا ہے۔

نامحرم عورتوں سے تنہائی میں ملنے کی ممانعت

✪ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ اِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ)) (رواه الترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ کوئی (نامحرم) آدمی کسی عورت سے تنہائی میں ملے اور وہاں تیسرا شیطان موجود نہ ہو۔

تشریح: معاشرے کو فواحش اور گندے اعمال و اخلاق سے محفوظ رکھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جو ہدایات عطا فرمائی ہیں اُن میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص کسی نامحرم عورت سے تنہائی میں نہ ملے۔ ایسی صورت میں اُس شیطان کو اپنا کھیل کھیلنے کا موقع مل جاتا ہے جو ہر وقت ساتھ رہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی نامحرم شخص تنہائی میں کسی عورت سے ملے گا تو شیطان اُن کو معصیت میں مبتلا کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔ اُس لعین دشمنِ ایمان کو اِس کا موقع ہی نہ دیا جائے۔

✪ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِيَّاكُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَى النِّسَاءِ)) فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَرَاَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ: ((اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ)) (رواه البخاری و مسلم)

حضرت عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "تم (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچو (اور اس معاملہ میں بہت احتیاط کرو)۔" ایک شخص نے دریافت کیا کہ: شوہر کے قریبی رشتہ داروں (دیور وغیرہ) کے بارے میں حضور ﷺ کا کیا ارشاد ہے؟ (کیا اُن کے لیے بھی یہی حکم ہے......؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ تو بالکل موت اور ہلاکت ہے۔

تشریح: ایک خاتون کے لیے اُس کے شوہر کا والد اور شوہر کا بیٹا تو محرم ہے لیکن شوہر کا بھائی نہیں۔ پردے کے احکامات کی ایک حکمت یہ ہے کہ اُن محرکات پر پابندیاں لگائی جائیں جن سے زنا کے امکانات پیدا ہوسکتے ہیں۔ اِس حوالے سے ایک خاتون کو سب سے زیادہ خطرہ اُن نامحرم رشتہ دار مردوں سے ہوسکتا ہے جو گھر میں موجود ہوں یا جن کا گھر میں آنا جانا آسان ہو۔

اِس لیے نبی اکرم ﷺ نے دیور یا جیٹھ کے بارے میں فرمایا کہ وہ تو بھابھی کے لیے موت ہیں۔ لہٰذا اُن کا بھی آزادانہ طور پر گھر میں آنا اور خلوت وجلوت میں بے تکلف اور بے پردہ ملنا اور باتیں کرنا رسول اللہ ﷺ کے اِس ارشاد کے مطابق انتہائی خطرناک اور عفت ودیانت کے لیے گویا زہرِ قاتل ہے۔

✪ عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَلِجُوْا عَلَى الْمُغِيْبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنْ اَحَدِكُمْ مَجْرَى الدَّمِ)) قُلْنَا وَمِنْكَ؟ قَالَ((وَمِنِّيْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِيْ عَلَيْهِ فَاَسْلَمُ)) (رواه الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’(خاص کر) اُن خواتین کے گھروں میں نہ جایا کرو جن کے شوہر کہیں باہر (سفر وغیرہ پر) گئے ہوئے ہوں، کیونکہ شیطان (یعنی اُس کے اثرات و وساوس) سب میں اِس طرح (غیر مرئی طور پر) جاری ساری رہتے ہیں جس طرح رگوں میں خون رواں دواں رہتا ہے۔‘‘ ہم نے عرض کیا: اور کیا آپ میں بھی......؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’اور مجھ میں بھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے میری (اس معاملہ میں) خاص مدد فرمائی ہے اس لیے میں محفوظ رہتا ہوں......!‘‘

تشریح: کسی بھی نامحرم خاتون سے مرد کا ملاپ فتنہ بن سکتا ہے۔ پھر ایسی شادی شدہ عورتیں جن کے شوہر اپنے گھروں سے دور ہوں، اُن سے نامحرم مردوں کے ملنے میں فتنہ کا خطرہ اور زیادہ ہے۔ اِسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اِس بارے میں خصوصی احتیاط کرنے کی تلقین فرمائی۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں مزید ارشاد ہوا کہ ہر انسان کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور اُس کے پیدا کردہ وساوس واثرات انسان میں اس طرح گردش کرتے ہیں جس طرح رگوں میں خون گردش کرتا ہے۔ پھر کسی کے دریافت کرنے پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان تو میرے ساتھ بھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں میری خاص مدد فرمائی ہے جس کی وجہ سے میں اُس کے وساوس اور اثرات سے محفوظ رہتا ہوں۔ مجھ پر اُس کا داؤ نہیں چلتا اور وہ مجھے کسی غلطی یا فتنہ میں مبتلا نہیں کرسکتا۔ یہ دراصل عفت وعصمتِ انبیاءؑ کا معاملہ ہے جس کے تحت اللہ تعالیٰ انبیاءؑ کی خصوصی حفاظت فرماتا ہے۔

معاملات

کسبِ حلال کے لیے کوشش فرائض میں سے ہے

✪ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ)) (رواہ بیہقی فی شعب الایمان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ”حلال حاصل کرنے کی فکر اور کوشش فرض کے بعد فریضہ ہے۔“

تشریح: اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا اہتمام کرنا اسلام کے اوّلین اور بنیادی ارکان و فرائض ہیں۔ اکثر شارحین کے نزدیک اِس حدیثِ مبارکہ کا مطلب یہ ہے کہ درجہ اور مرتبہ میں بنیادی ارکان و فرائض کے بعد حلال روزی حاصل کرنے کی فکر اور کوشش بھی ایک اسلامی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے کسی فریضہ کا ادا کرنا اُس کی بندگی اور عبادت ہے۔ پس کسبِ حلال کی فکر و کوشش اور اُس میں مشغول ہونا عین دین و عبادت اور موجب اجر و ثواب ہے۔ بنیادی فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ کسبِ حلال کی طلب کرنے والے ہر تاجر، مزدور، کاشتکار اور دستکار کے لیے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ اِس کے برعکس جو بندہ کسبِ حلال سے غفلت برتے گا تو خطرہ ہے کہ حرام روزی سے پیٹ بھرے گا اور آخرت میں اُس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا جیسا کہ آئندہ آنے والی احادیث میں بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِس بربادی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

تجارت میں سچائی اور دیانت داری کا انعام

✪ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”پوری

سچائی اور ایمان داری کے ساتھ کاروبار کرنے والا تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔"

تشریح: "الصدوق" اور "الامین" مبالغے کے صیغے ہیں جن کا مفہوم ہے سچائی اور دیانت داری کی پورے اہتمام سے پابندی کرنے والے۔ ایسی صفات رکھنے والے تاجروں کو اِس ارشادِ نبوی میں خوشخبری دی گئی کہ وہ آخرت میں وہ انبیاءؑ، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔ سورہ نساء آیت 69 میں بیان کیا گیا:

﴿وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِيقًا﴾

"جو بندے اللہ و رسول ﷺ کی فرمانبرداری کریں گے، وہ (آخرت میں) اُن مقربین کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے، یعنی انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صالحین اور یہ سب بہت اچھے رفیق ہیں۔"

تجارت اور سوداگری بڑی آزمائش کی چیز ہے۔ تاجر کے سامنے بار بار ایسی صورتیں آتی ہیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق سچائی اور دیانت داری کا لحاظ کرنے کے بجائے اپنی تجارتی مصلحت کے مطابق عمل کرے تو ہزاروں لاکھوں کا نفع کما سکتا ہے۔ پس جو تاجر اپنی تجارتی مصلحت اور نفع نقصان سے صرفِ نظر کر کے اللہ کے حکم کے مطابق ہر حال میں سچائی اور ایمان داری کی پابندی کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بہت اونچا مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے آخرت میں اپنے مقبول ترین بندوں یعنی انبیاءؑ، صدیقین اور شہداء کی قربت عطا فرمائے گا۔ بلاشبہ سچائی و دیانت داری کے صلہ میں یہ ایک عظیم انعام ہے جو اُسے عطا کیا جائے گا۔

تنبیہ:

یہ حقیقت سامنے رہنی چاہیے کہ بعض نیک اعمال پر ملنے والی بشارتیں اِس شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں کہ وہ انسان اُن خبیث اور مہلک باتوں سے پرہیز کرے جن سے شریعت نے روکا ہے۔ ایسی باتوں میں ملوث ہونا انسان کو اچھے اعمال کے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم کر دیتا ہے۔

دستکاری، صنعت وحرفت اور محنت ومزدوری کی فضیلت

✪ عَنِ الْمِقْدَامِؓ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا اَكَلَ اَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ اَنْ يَّاْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ وَ اِنَّ نَبِيَّ اللّٰهِ دَاوُدَ عليه السلام كَانَ يَاْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ)) (بخاری)

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: "کسی نے کبھی کوئی کھانا اُس سے بہتر نہیں کھایا کہ اپنے ہاتھوں کی محنت سے کما کے کھائے، اور اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے۔"

تشریح: تحصیلِ معاش کی صورتوں میں بہت اچھی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ سے کوئی ایسا کام کرے جس سے اُس کی ضروریاتِ زندگی پوری ہوں۔ اِس ارشادِ نبوی ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کمانے کو حضرت داؤد علیہ السلام کی سنت قرار دیا ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے کہ وہ زرہیں بناتے تھے۔ اِس ارشادِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے اِسی ہنر کو اپنا ذریعہ مُعاش بنایا تھا۔ بلاشبہ اِس ارشادِ نبوی ﷺ نے دستکاری اور ذاتی محنت کو بہت بلند مقام عطا فرما دیا ہے۔

✪ عَنْ رَّافِعِ بْنِ خَدِيْجٍؓ قَالَ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَيُّ الْكَسْبِ اَطْيَبُ؟ قَالَ ((عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهٖ وَ كُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ)) (رواه احمد)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی کمائی زیادہ پاک اور اچھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "آدمی کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر تجارت جو پاک بازی کے ساتھ ہو۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ کے مطابق سب سے اچھی کمائی وہ ہے جو خود اپنے دستِ بازو اور اپنی محنت سے حاصل کی گئی ہو۔ البتہ ہر ایسی تجارت کی کمائی بھی پاکیزہ ہے جو شریعت کے احکام کے مطابق ہو اور دیانت داری کے ساتھ کی جائے۔

زراعت وباغبانی کا عظیم اجر وثواب

✪ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((مَا مِنْ مُّسْلِمٍ يَغْرِسُ غَرْسًا

أَوْ يَزْرَعُ زَرْعًا فَيَأْكُلُ مِنْهُ طَيْرٌ أَوْ إِنْسَانٌ أَوْ بَهِيمَةٌ إِلَّا كَانَ لَهُ بِهِ صَدَقَةٌ))

(رواہ البخاری و مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی مسلمان بندہ درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے، پھر اُس میں سے پرندے کھائیں یا آدمی یا کوئی جانور تو وہ اُس کے حق میں صدقہ ہوگا۔''

تشریح: باغات لگانے والوں اور کاشتکاری کرنے والوں کے لیے اِس حدیثِ مبارکہ میں نہایت عظیم بشارت ہے۔ اگر کوئی آدمی یا چلتا پھرتا جانور یا اڑتا ہوا پرندہ اُن کے درخت کا پھل یا پتے اور کھیت میں سے کچھ کھائے تو اُن کو صدقہ کرنے کا اجر دیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد باغبانی اور کاشتکاری کے لیے جن پر انسانوں کی بنیادی ضرورتوں کا دارومدار ہے، کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی کا ذریعہ ہے۔

جائز مال و دولت بندۂ مومن کے لیے اللہ کی نعمت ہے

✪ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ: ((إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَبْعَثَكَ عَلَى جَيْشٍ فَيُسَلِّمَكَ اللّٰهُ وَ يُغْنِمَكَ وَأَرْغَبُ لَكَ مِنَ الْمَالِ رَغْبَةً صَالِحَةً)) قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ مَا أَسْلَمْتُ مِنْ أَجْلِ الْمَالِ وَلٰكِنِّي أَسْلَمْتُ رَغْبَةً فِي الْإِسْلَامِ وَأَنْ أَكُونَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: ((يَا عَمْرُو نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلْمَرْءِ الصَّالِحِ)) (رواہ احمد)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ ''میرا ارادہ ہے کہ تم کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجوں، پھر تم اللہ تعالیٰ کے فضل سے صحیح سالم لوٹو (اور وہ مہم تمہارے ہاتھ سے کامیاب ہو) اور تمھیں مالِ غنیمت حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں مال و دولت کا اچھا عطیہ ملے۔'' تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے اسلام مال و دولت کے لیے قبول نہیں کیا ہے، بلکہ میں نے اسلام کی رغبت و محبت کی وجہ سے اُسے قبول کیا ہے اور اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی معیت و رفاقت مجھے نصیب ہو۔ اِس پر

آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اے عمرو! اللہ کے صالح بندہ کے لیے جائز و پاکیزہ مال و دولت اچھی چیز (اور قابلِ قدر نعمت) ہے۔"

تشریح: دیگر احادیث سے رہنمائی ملتی ہے کہ اگر فقر و مسکنت کے ساتھ صبر اور تسلیم و رضا نصیب ہو تو پھر بلاشبہ یہ فقر و مسکنت بہت بلند مقام ہے اور اِس میں بڑی خیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے لیے یہی پسند فرمایا تھا اور آپ ﷺ اِس کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے تھے۔ البتہ اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو جائز اور پاک ذرائع سے مال و دولت نصیب فرمائے اور شکر کی اور صحیح مصارف میں خرچ کرنے کی توفیق دے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور بڑی قابلِ قدر نعمت ہے۔ انبیاءؑ میں سے حضرت داؤدؑ وسلیمانؑ اور حضرت ایوبؑ و یوسفؑ اور اُن کے علاوہ بھی متعدد حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اِس فضل سے نوازا تھا۔ اکابر صحابہ میں حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، اور حضرت زبیر بن عوام وغیرہم رضی اللہ عنہم کو بھی اِس فضل خداوندی سے وافر حصہ عطا ہوا تھا۔

مالی معاملات کی نزاکت واہمیت

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((لَا تَزُوْلُ قَدَمُ ابْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عِنْدِ رَبِّهٖ حَتّٰى يُسْئَلَ عَنْ خَمْسٍ عَنْ عُمْرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ وَعَنْ مَّالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَا اَنْفَقَهٗ وَمَاذَا عَمِلَ فِيْمَا عَلِمَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن (جب حساب کتاب کے لیے بارگاہِ خداوندی میں پیشی ہوگی تو) آدمی کا پاؤں اپنی جگہ سے سرک نہ سکے گا جب تک کہ اُس سے پانچ چیزوں کے بارے میں پوچھ گچھ نہ کرلی جائے۔ ایک اُس کی پوری زندگی کے بارے میں کہ کن کاموں اور مشغلوں میں اُس کو ختم کیا؟ اور دوسرے خصوصیت سے اُس کی جوانی کے بارے میں کہ کن مشغلوں میں اُس کو بوسیدہ اور پرانا کیا۔ اور تیسرے اور چوتھے مال و دولت کے بارے میں کہ کہاں سے اور کن طریقوں اور راستوں سے اُسے حاصل کیا اور کن کاموں اور کن راہوں میں اُسے صرف کیا۔ اور پانچواں سوال یہ ہوگا کہ جو کچھ معلوم تھا اُس پر کتنا عمل کیا۔

تشریح: نبی اکرم ﷺ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اُنہوں نے ہمیں پہلے سے بتا دیا کہ روزِ قیامت وقتِ حساب کیا سوالات پوچھے جائیں گے۔ مال کے حوالے سے ہر آدمی کو اپنے پورے آمد و خرچ کا حساب دینا ہوگا۔ کتنا مال حلال طریقہ سے کمایا اور کتنا خدانخواستہ حرام طریقہ سے؟ پھر کمائی کو کن مدوں میں خرچ کیا، جائز میں یا ناجائز میں؟ الغرض اِس دنیا اور اُس کی زندگی میں ہم جو کچھ کماتے اور خرچ کرتے ہیں، آخرت میں اِس کا پورا پورا حساب دینا ہوگا۔ وہ بندے بڑے خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں جو قیامت کے دن کے حساب کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے کمانے اور خرچ کرنے اور سارے مالی معاملات میں اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے احکام کی پابندی کرتے ہیں۔ اُن کا انجام بہت خطرناک ہے جو اِس حوالے سے بے فکر اور بے پرواہ ہیں۔

حرام مال کی نحوست اور بدانجامی

✪ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا یَکْسِبُ عَبْدٌ مَالًا مِنْ حَرَامٍ فَیُنْفِقَ مِنْهُ فَیُبَارَکَ لَهٗ فِیْهِ وَلَا یَتَصَدَّقُ بِهٖ فَیُقْبَلَ مِنْهُ وَلَا یَتْرُکُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ اِلَّا کَانَ زَادَهٗ اِلَی النَّارِ، اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا یَمْحُو السَّیِّئَ بِالسَّیِّئِ وَلٰکِنْ یَمْحُو السَّیِّئَ بِالْحَسَنِ، اِنَّ الْخَبِیْثَ لَا یَمْحُو الْخَبِیْثَ)) (رواہ احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ’’ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ (کسی ناجائز طریقہ سے) حرام مال کمائے اور اُس میں سے خرچ کرے تو اُس میں (منجانب اللہ) برکت ہو اور اُس میں سے صدقہ کرے تو اُس کا صدقہ قبول ہو۔ اور جو شخص حرام مال (مرنے کے بعد) پیچھے چھوڑ کے جائے گا تو وہ اُس کے لیے جہنم کا توشہ ہی ہوگا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہیں مٹاتا بلکہ بدی کو نیکی سے مٹاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ گندگی، گندگی کو نہیں دھو سکتی۔‘‘

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ آگاہ کر رہی ہے کہ حرام مال سے کیا ہوا صدقہ قبول نہیں ہوتا اور نہ اِس میں برکت ہوتی ہے۔ جب کوئی آدمی ناجائز و حرام طریقہ سے کمایا ہوا مال مرنے کے بعد وارثوں کے لیے چھوڑ جاتا ہے تو وہ آخرت میں اُس کے لیے وبال کا باعث ہوگا۔ اُسے حرام کمانے کا گناہ

ہوگا اور وارثوں کو حرام کھلانے کا بھی۔ اِس کے برعکس وارثوں کے لیے حلال مال چھوڑ جانا ایک طرح کا صدقہ ہے اور اِس پر یقیناً اجر وثواب ملنے والا ہے۔ صدقہ اگر صحیح اور پاک مال سے ہو تو وہ گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بن جاتا ہے، لیکن اگر حرام اور ناپاک مال سے صدقہ کیا گیا تو وہ نجس اور ناپاک ہے۔ وہ گناہوں کی گندگی کو دھونے کی اور گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کا وسیلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، جس طرح گندے اور ناپاک پانی سے ناپاک کپڑا پاک صاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا وَّاِنَّ اللّٰهَ اَمَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِیْنَ فَقَالَ ﴿یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ﴾ وَقَالَ ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ یُطِیْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ یَمُدُّ یَدَیْهِ اِلَی السَّمَاءِ یَا رَبِّ یَا رَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَّمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَّمَلْبَسُهٗ حَرَامٌ وَّغُذِیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ))

(رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول کرتا ہے اور اُس نے اِس بارے میں جو حکم اپنے پیغمبروں کو دیا ہے وہی اپنے سب مومن بندوں کو دیا ہے۔ پیغمبروں کے لیے اُس کا ارشاد ہے کہ ”اے پیغمبرو! تم کھاؤ پاک اور حلال غذا اور عمل کرو صالح۔ بے شک میں جانتا ہوں وہ جو تم کر رہے ہو۔“ اور اہل ایمان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ”اے ایمان والو! تم ہمارے رزق میں سے حلال اور طیب کھاؤ (اور حرام سے بچو)“۔ اِس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا ایک ایسے آدمی کا جو طویل سفر کر کے (کسی مقدس مقام پر) ایسے حال میں جاتا ہے کہ اُس کے بال پراگندہ ہیں اور جسم اور کپڑوں پر گرد وغبار ہے اور آسمان کی طرف دونوں ہاتھ اٹھا اٹھا کے دعا کرتا ہے۔ اے میرے رب! اے میرے پروردگار! اور حالت یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اس کا پینا

حرام ہے، اس کا لباس حرام ہے اور حرام غذا سے اُس کی نشو ونما ہوئی ہے تو اُس آدمی کی دعا کیسے قبول ہوگی۔"

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مقدس اور پاک ہے اور وہ اُسی صدقہ اور اُسی نذر و نیاز کو قبول کرتا ہے جو پاک مال سے ہو۔ حرام سے بچنے اور صرف حلال استعمال کرنے کا حکم وہ امرِ الٰہی ہے جو تمام اہل ایمان کی طرح سب پیغمبروں کو بھی دیا گیا تھا۔ لہٰذا ہر مومن کو چاہئے کہ وہ اِس حکمِ الٰہی کی عظمت و اہمیت کو محسوس کرے اور ہمیشہ اِس پر عمل پیرا رہے۔ مزید ارشاد ہوا کہ حرام مال اتنا خبیث اور ایسا منحوس ہے کہ اگر کوئی آدمی سر سے پاؤں تک درویش اور قابلِ رحم فقیر بن کے کسی مقدس مقام پہ جا کے دعا کرے، لیکن اُس کا کھانا پینا، اور لباس حرام مال سے ہو تو اُس کی دعا قبول نہ ہوگی۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَنِ اشْتَرٰى ثَوْبًا بِعَشْرَةِ دَرَاهِمَ وَفِيْهِ دِرْهَمٌ حَرَامٌ لَمْ يَقْبَلِ اللّٰهُ لَهٗ صَلٰوةً مَادَامَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَدْخَلَ اُصْبُعَيْهِ فِيْ اُذُنَيْهِ ثُمَّ قَالَ صُمَّتَا اِنْ لَّمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم سَمِعْتُهٗ يَقُوْلُهٗ (رواه احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنہوں نے بیان فرمایا: "جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور اُن میں ایک درہم بھی حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اُس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی"۔ (یہ بیان کر کے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں دے لیں اور بولے "بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو۔!"

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ وَكُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ))

(رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "وہ گوشت اور وہ جسم جنت میں نہ جا سکے گا جس کی نشو ونما حرام مال سے ہوئی ہو۔ اور ہر ایسا گوشت اور جسم جو حرام مال سے پلا بڑھا ہے دوزخ اُس کی زیادہ مستحق ہے۔"

تشریح: اللہ کی پناہ! اِس حدیث میں بڑی سخت وعید ہے۔ دنیا میں جو شخص حرام کمائی کی غذا سے پلا بڑھا ہوگا وہ جنت میں داخلہ سے محروم رہے گا اور دوزخ ہی اُس کا ٹھکانہ ہوگا۔ ''اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا!'' شارحینِ حدیث نے قرآن وحدیث کے دوسرے نصوص کی روشنی میں اِس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ ایسا آدمی حرام خوری کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا۔ ہاں اگر وہ مومن ہوگا تو حرام کا عذاب بھگتنے کے بعد جنت میں جاسکے گا۔ البتہ اگر مرنے سے پہلے اُس نے سچی توبہ کرلی اور جن کا مال ناحق کھایا ہے اُنہیں اُن کا حق لوٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تو امید ہے کہ اُسے عذاب کے بغیر بھی بخش دیا جائے۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرَّاحِمِیْنَ۔

✪ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((یَاْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِیُ الْمَرْءُ مَا اَخَذَ مِنْهُ، اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کو اِس کی پرواہ نہ ہوگی کہ وہ جو لے رہا ہے آیا وہ حلال ہے یا حرام۔''

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے جس زمانہ کی خبر اِس حدیث میں دی ہے بلاشبہ وہ آچکا ہے۔ آج امت میں اُن لوگوں میں بھی جو دین دار سمجھے جاتے ہیں، کتنے ہیں جو اپنے پاس آنے والے روپیہ پیسہ یا کھانے پہننے کی چیزوں کے بارے میں یہ سوچنا اور تحقیق کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ جائز ہے یا ناجائز۔ ہوسکتا ہے کہ آگے اِس سے بھی زیادہ خراب زمانہ آنے والا ہو۔ حلال وحرام اور جائز و ناجائز میں تمیز نہ کرنا، روحِ ایمانی کی موت ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اِس سلسلہ کی تعلیمات و ہدایات نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں اور اُن کے دلوں پر کیا اثر ڈالا تھا، اِس کا اندازہ درج ذیل دو واقعات سے کیا جاسکتا ہے:

صحیح بخاری میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ مروی ہے کہ اُن کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز اُن کی خدمت میں پیش کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُس میں سے کچھ کھالیا۔ اِس کے بعد غلام نے بتایا کہ یہ چیز مجھے اِس طرح حاصل ہوئی کہ زمانۂ جاہلیت میں ایک آدمی کو میں نے خود کو کاہن ظاہر کرکے دھوکہ دیا تھا اور اُسے کچھ بتا دیا تھا۔ آج وہ آدمی ملا اور اُس نے مجھے اُس کے حساب

میں کھانے کی یہ چیز دی۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپؓ نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کی اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب نکال دیا۔

امام بیہقیؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں دودھ پیش کیا، آپؓ نے اُس کو قبول فرمالیا اور پی لیا۔ پھر آپؓ نے اُس آدمی سے پوچھا کہ یہ دودھ تم کہاں سے لائے تھے؟ اُس نے بتایا کہ میں فلاں گھاٹ کے پاس سے گزر رہا تھا، وہاں زکوٰۃ کے جانور اونٹنیاں بکریاں وغیرہ تھیں۔ لوگ اُن کا دودھ دوھ رہے تھے۔ اُنہوں نے مجھے بھی دیا، میں نے لے لیا، یہ وہی دودھ تھا۔ حضرت عمرؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حلق میں انگلی ڈال کر آپؓ نے قے کردی اور اُس دودھ کو نکال دیا۔

اِن واقعات میں اِن دونوں بزرگوں نے جو کھایا پیا تھا، چونکہ لاعلمی اور بے خبری میں کھایا پیا تھا، اِس لیے ہرگز گناہ نہ تھا لیکن حرام غذا کے بارے میں آپ اسے جو کچھ اِن حضرات نے سنا تھا، اُس سے یہ اتنے خوف زدہ تھے کہ اُس کو پیٹ سے نکال دینے کے بغیر چین نہ آیا۔ بے شک حقیقی تقویٰ یہی ہے۔

مقامِ تقویٰ، مشتبہ سے بھی پرہیز ضروری ہے

✪ عَنِ النُّعمَانِ بنِ بَشِيرٍؓ يَقُولُ سَمِعتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((اِنَّ الحَلَالَ بَيِّنٌ وَاِنَّ الحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَينَهُمَا مُشتَبِهَاتٌ لَا يَعلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اِستَبرَأَ لِدِينِهٖ وَعِرضِهٖ وَمَن وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الحَرَامِ كَالرَّاعِي يَرعٰى حَولَ الحِمٰى يُوشِكُ اَن يَرتَعَ فِيهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَ اِنَّ حِمَى اللّٰهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الجَسَدِ مُضغَةً اِذَا صَلَحَت صَلَحَ الجَسَدُ كُلُّهٗ وَ اِذَا فَسَدَت فَسَدَ الجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ القَلبُ)) (رواہ مسلم)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے کہ: بے شک جو حلال ہے وہ واضح ہے اور بے شک جو حرام ہے وہ بھی

واضح ہے اور اِن دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ہیں جو مشتبہ ہیں۔ اُن کو (یعنی اُن کے شرعی حکم کو) بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص شبہ والی چیزوں سے بھی (ازراہِ احتیاط) پرہیز کرے وہ اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچالے گا اور بے داغ رہے گا اور جو شخص شبہ والی چیزوں میں پڑے گا اور مبتلا ہوگا وہ (اندیشہ ہے کہ) حرام کے حدود میں جا گرے گا۔ اُس چرواہے کی طرح جو اپنے جانور محفوظ سرکاری علاقے کے آس پاس چراتا ہے تو اِس کا خطرہ ہوتا ہے کہ وہ جانور اُس محفوظ سرکاری علاقے میں داخل ہو کر چرنے لگیں (جو قابلِ سزا جرم ہے)۔ اور معلوم ہونا چاہئے کہ ہر بادشاہ اور فرمانروا کا ایک محفوظ علاقہ ہوتا ہے (جس میں بغیر اجازت داخلہ جرم سمجھا جاتا ہے)۔ اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ علاقہ اُس کے محارم یعنی محرمات ہیں (آدمی کو چاہئے کہ اِن کے قریب بھی نہ جائے یعنی مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرے)۔ اور خبردار! انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہو (یعنی اُس میں نورِ ایمان، اللہ کی معرفت اور اُس کا خوف ہو) تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے (یعنی اُس کے اعمال واحوال صحیح ودرست ہوتے ہیں)۔ اور اگر اُس کا حال خراب ہو تو سارے جسم کا حال بھی خراب ہوتا ہے (یعنی اس کے اعمال واحوال خراب ہو جاتے ہیں)۔ آگاہ رہو گوشت کا وہ ٹکڑا قلب ہے۔

تشریح: احادیث کے پورے ذخیرہ میں چند حدیثیں وہ ہیں جن کو امت کے علماء اور فقہاء نے بہت اہم اور اصولی سمجھا ہے، اُنہی میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہوئی یہ حدیث بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس ارشاد میں آگاہ فرمایا ہے کہ شریعت میں جو معاملات حلال یا حرام قرار دیے گئے ہیں وہ بالکل واضح اور روشن ہیں۔ اُن کے علاوہ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا جائز یا ناجائز ہونا کسی صریح دلیل سے معلوم نہ ہو سکے گا بلکہ دونوں رویوں کی گنجائش ہوگی۔ شریعت کے ایک اصول کی روشنی میں اُن کو جائز اور کسی دوسرے اصول کی روشنی میں ناجائز قرار دیا جاسکے گا۔ ایسے معاملات کے بارے میں بندۂ مومن کا طرزِ عمل یہ ہونا چاہئے کہ ازراہِ احتیاط وتقویٰ اُن سے بھی پرہیز کرے، اِسی میں اُس کے دین اور آبرو کی حفاظت ہے۔ جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے پرہیز کا اہتمام نہ کرے گا تو وہ بے احتیاطی کا عادی بن کر محرمات کا بھی مرتکب ہو جائے گا۔ مثلاً جو چرواہا اپنے جانوروں کو اُس سرکاری محفوظ علاقے کے قریب اور بالکل اُس کی سرحد پر

چرائے گا جس میں عوام کے لیے جانوروں کا چرانا جرم ہے تو بعید نہیں کہ اُس کے جانور کسی وقت اُس محفوظ علاقہ کی حدود میں داخل ہو کر چرنے لگیں۔ پس جس طرح چرواہے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو سرکاری علاقہ سے دور ہی رکھے اِسی طرح بندۂ مؤمن کو چاہئے کہ وہ مشتبہ معاملات سے بھی پرہیز کرے، اِس طرح وہ محرمات اور معصیات سے ہمیشہ محفوظ رہے گا۔ یہی مقامِ تقویٰ ہے۔

آخر میں آپ ﷺ نے ایک نہایت اہم بات ارشاد فرمائی۔ انسانی وجود کے بگاڑ اور سدھار، سعادت اور شقاوت کا دارومدار اُس کے قلب کے حال پر ہے۔ قلب انسان کے پورے جسمانی وجود پر اور تمام اعضاء پر حکمرانی کرتا ہے۔ اگر وہ درست ہوگا اور اُس میں اللہ کی معرفت، اُس کا خوف اور ایمان کا نور ہوگا تو انسان کا پورا جسمانی وجود درست رہے گا اور اُس کے اعمال واحوال صحیح اور صالح ہوں گے۔ اور اگر قلب میں فساد و بگاڑ ہوگا اور اُس پر حیوانی و شیطانی جذبات کا غلبہ ہوگا تو اُس کا پورا جسمانی وجود فاسد اور غلط کار ہوگا اور اُس کے اعمال واحوال شیطانی و حیوانی ہوں گے۔ یہاں قلب سے مراد انسان کی وہ باطنی حس ہے جس کا رجحان خیر یا شر کی طرف ہوتا ہے۔ مبارک ہیں وہ بندے جو قلب اور باطن کی اِس اہمیت کو سمجھتے ہیں اور قالب اور ظاہر سے زیادہ اپنے قلب اور باطن کی فکر رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنی معرفت اور ایمان کے نور سے منور فرمائے۔ آمین!

دَین (قرض)

قرض کے معاملہ کی سنگینی

✪ عَنْ اَبِیْ مُوسیٰ اَلْاَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ عَنْ اَبِیْهِ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهٗ قَالَ: ((اِنَّ اَعْظَمَ الذُّنُوْبِ عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ یَّلْقَاهُ عَبْدٌ بَعْدَ الْکَبَائِرِ الَّتِیْ نَهَی اللّٰهُ عَنْهَا اَنْ یَمُوْتَ رَجُلٌ وَعَلَیْهِ دَیْنٌ لَا یَدَعُ لَهٗ قَضَاءً)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں اپنے والد رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اُن کبیرہ گناہوں کے بعد جن سے اللہ تعالیٰ نے سختی سے منع فرمایا ہے (جیسے

شرک اور زنا وغیرہ) سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اِس حال میں مرے کہ اُس پر قرض ہو اور اُس کی ادائیگی کا سامان چھوڑ نہ گیا ہو۔"

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهٖ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ)) (رواه الترمذی و ابن ماجه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مومن بندہ کی روح اُس کے قرضہ کی وجہ سے بیچ میں معلق اور رکی رہتی ہے جب تک وہ قرضہ ادا نہ کر دیا جائے جو اُس پر ہے۔"

تشریح: یہ حدیثِ مبارکہ خبردار کر رہی ہے کہ اگر کوئی بندہ ایسی حالت میں دنیا سے گیا جس کو ایمان بھی نصیب ہے اور اعمال صالحہ بھی اُس کے اعمال میں ہیں جو نجات اور جنت کا وسیلہ بنتے ہیں، لیکن اُس پر کسی کا قرضہ ہے جس کو وہ ادا کر کے نہیں گیا اور اِس معاملہ میں اُس نے غفلت اور کوتاہی کی تو جب تک اُس کی طرف سے قرضہ ادا نہ ہو جائے وہ راحت و رحمت کی اُس منزل اور مقام تک نہ پہنچ سکے گا جس کا مومنین صالحین کے لیے وعدہ کیا گیا ہے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((يُغْفَرُ لِلشَّهِيْدِ كُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّيْنِ)) (رواه مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "شہید ہونے والے مردِ مومن کے سارے گناہ (اللہ کی راہ میں جان کی قربانی دینے کی وجہ سے) بخش دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔"

✪ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَرَاَيْتَ اِنْ قُتِلْتُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صَابِرًا مُّحْتَسِبًا مُّقْبِلًا غَيْرَ مُدْبِرٍ اَيُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنِّیْ خَطَايَایَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((نَعَمْ)) فَلَمَّا وَلَّى الرَّجُلُ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَوْ اَمَرَ بِهٖ فَنُوْدِیَ لَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((كَيْفَ قُلْتَ)) فَاَعَادَ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((نَعَمْ اِلَّا الدَّيْنَ

كَذٰلِكَ قَالَ لِیْ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ)) (رواہ النسائی)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے بتایئے کہ اگر میں اللہ کے راستہ میں صبر اور ثابت قدمی کے ساتھ اور اللہ کی رضا اور ثواب اور آخرت کی طلب ہی میں جہاد کروں اور مجھے اِس حالت میں شہید کردیا جائے کہ میں پیچھے نہ ہٹ رہا ہوں بلکہ پیش قدمی کررہا ہوں تو کیا میری اِس شہادت اور قربانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ میرے سارے گناہ معاف فرمادے گا؟ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا ''ہاں'' (اللہ تمہارے سارے گناہ معاف فرمادے گا)۔ پھر جب وہ آدمی (یہ جواب پاکر) لوٹنے لگا تو آپ ﷺ نے اُسے پکارایا حکم دیا اور اُسے پکارا گیا اور آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا ''تم نے کیا کہا تھا؟'' اُس نے اپنی بات دھرائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں (تمہارے سب گناہ معاف ہوجائیں گے) سوائے قرضہ کے یہ بات اللہ کے فرشتہ جبرائیل امین علیہ السلام نے مجھے اِسی طرح بتائی ہے۔''

تشریح: اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونا ایسا مقبول عمل ہے کہ وہ آدمی کے سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور اُس کی برکت سے سارے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ البتہ اگر اُس پر کسی بندہ کا قرضہ تھا تو اُس کے حساب میں وہ گرفتارِ بلا رہے گا کیونکہ معاملہ حقوق العباد میں سے ہے۔ اُس سے نجات اور رہائی کی صورت یہی ہے کہ وہ قرضہ ادا کیا جائے یا جس کا قرضہ ہے وہ اللہ کی رضا کی خاطر قرضہ معاف کردے۔

✪ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ کُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ اُتِیَ بِجَنَازَةٍ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَیْھَا فَقَالَ: ((ھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ؟)) قَالُوْا لَا قَالَ ((فَھَلْ تَرَکَ شَیْئًا؟)) قَالُوْا لَا فَصَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ اُتِیَ بِجَنَازَةٍ اُخْرٰی، فَقَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ صَلِّ عَلَیْھَا قَالَ: ((ھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ؟))قِیْلَ نَعَمْ قَالَ: ((فَھَلْ تَرَکَ شَیْئًا؟)) قَالُوْا ثَلٰثَةَ دَنَانِیْرَ فَصَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ اُتِیَ بِالثَّالِثَةِ فَقَالُوْا صَلِّ عَلَیْھَا قَالَ ((ھَلْ تَرَکَ شَیْئًا؟)) قَالُوْ لَا قَالَ ((فَھَلْ عَلَیْہِ دَیْنٌ؟)) قَالُوْا ثَلٰثَةٌ

دَنَانِيْرَ، قَالَ: ((صَلُّوا عَلٰى صَاحِبِكُمْ)) قَالَ اَبُوْ قَتَادَةَ صَلِّ عَلَيْهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَ عَلَيَّ دَيْنُهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ (رواہ البخاری)

حضرت سلمہ بن اکوع ؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک میت کا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اُس پر کچھ قرض ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا۔ تو آپ ﷺ نے اُس جنازہ کی نماز پڑھا دی۔ پھر ایک دوسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! اُس کے بارے میں آپ ﷺ نے پوچھا: ''اُس پر کچھ قرض ہے؟'' عرض کیا گیا کہ ہاں اُس پر قرض ہے۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے (جس سے قرض ادا ہو جائے)؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ اُس نے تین دینار چھوڑے ہیں تو آپ ﷺ نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا اور عرض کیا گیا کہ حضرت اِس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیجئے! تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اُس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ نہیں چھوڑا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا اُس پر کچھ قرض ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں اُس پر تین دینار کا قرض ہے۔ تو آپ ﷺ نے حاضرینِ صحابہ ؓ سے فرمایا: ''اپنے اِس ساتھی کی نمازِ جنازہ تم لوگ پڑھ لو''۔ اِس پر ابو قتادہ انصاری ؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اِس کی نماز پڑھا دیں اور اِس پر جو قرض ہے وہ میں نے اپنے ذمہ لے لیا (یعنی میں ادا کروں گا) تو اِس کے بعد آپ ﷺ نے اُس جنازہ کی بھی نماز پڑھا دی۔

تشریح: رسول اللہ ﷺ کا یہ طرزِ عمل بظاہر ساتھیوں کو تنبیہ کے لیے تھا کہ وہ قرضوں کے ادا کرنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ ہر شخص کی یہ کوشش ہو کہ اگر اس پر کسی کا قرض ہے تو وہ اُس سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کرے اور دنیا سے اِس حال میں جائے کہ اُس کے ذمہ کسی کا کچھ مطالبہ نہ ہو۔ معلوم ہوا کہ قرض ادا نہ کرنا اور اِس حال میں دنیا سے چلا جانا بڑا سنگین گناہ ہے اور اُس کا انجام بہت ہی خطرناک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے اِن ارشادات سے سبق

لینے کی توفیق عطا فرمائے اور دنیا سے اِس حال میں اٹھائے کہ کسی بندہ کا قرض اور کوئی حق ہمارے ذمہ نہ ہو۔ آمین!

قرض ادا کرنے کی نیت ہو تو اللہ تعالیٰ ادا کرا ہی دے گا

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ اَخَذَ اَمْوَالَ النَّاسِ یُرِیْدُ اَدَاءَ هَا اَدَّی اللّٰهُ عَنْهُ وَ مَنْ اَخَذَ یُرِیْدُ اِتْلَافَهَا اَتْلَفَهُ اللّٰهُ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی لوگوں سے (قرض کے طور پر) مال لے اور اُس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہو تو اللہ تعالیٰ اُس سے ادا کرا دے گا (یعنی ادائیگی میں اُس کی مدد فرمائے گا اور اگر زندگی میں وہ ادا نہ کر سکا تو آخرت میں اُس کی طرف سے ادا فرما کر اُسے سبکدوش فرما دے گا)! اور جو کوئی کسی سے (قرض کے طور پر) مال لے اور اُس کا ارادہ ہی مال مار لینے کا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کو تلف اور تباہ ہی کرا دے گا (یعنی دنیا میں وہ مال اُس بدنیت آدمی کو فائدہ نہ دے گا اور آخرت میں بھی اُس کے لیے وبالِ عظیم ہوگا)۔

✪ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُذَیْفَةَ ؓ عَنْ مَیْمُوْنَةَ ؓ قَالَتْ وَقَدْ سَمِعْتُ خَلِیْلِیْ وَصَفِیِّیْ ﷺ یَقُوْلُ: ((مَا مِنْ اَحَدٍ یَدَّانُ دَیْنًا فَعَلِمَ اللّٰهُ اَنَّهٗ یُرِیْدُ قَضَاءَهٗ اِلَّا اَدَّاهُ اللّٰهُ عَنْهُ فِی الدُّنْیَا)) (رواہ النسائی)

حضرت عمران بن حذیفہ ؓ ام المومنین حضرت میمونہ ؓ سے نقل کرتے ہیں کہ اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے اپنے ساتھی اور حبیب ﷺ سے خود سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو کوئی بندہ قرض لے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اُس کی نیت اور ارادہ ادا کرنے کا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کا وہ قرض دنیا ہی میں ادا کرا دے گا۔“

قرض کے حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا طرزِ عمل

✪ عَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ لِیْ عَلَی النَّبِیِّ ﷺ دَیْنٌ فَقَضٰی لِیْ وَزَادَنِیْ (رواہ ابوداؤد)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ میرا نبی اکرم ﷺ پر کچھ قرض تھا تو آپ ﷺ نے جب

وہ ادا فرمایا تو (میری واجبی رقم سے) زیادہ عطا فرمایا۔

تشریح : قرض دار کا ادائیگی کے وقت اپنی طرف سے کچھ زیادہ ادا کرنا جائز بلکہ مستحب اور سنت ہے۔ چونکہ یہ کسی شرط اور معاہدہ کی بناء پر نہیں ہوتا اِس لیے یہ "رِبا (سود) نہیں بلکہ تبرع اور احسان ہے۔ یہ اُن سنتوں میں سے ہے جن کو رواج دینے کی ضرورت ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ اَنَّ رَجُلاً تَقَاضٰی رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَاَغْلَظَ لَهٗ فَهَمَّ بِهٖ اَصْحَابُهٗ فَقَالَ دَعُوْهُ فَاِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالاً وَاشْتَرُوْا لَهٗ بَعِیْرًا فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ قَالُوْا لَا نَجِدُ اِلَّا اَفْضَلَ مِنْ سِنِّهٖ قَالَ اِشْتَرُوْهُ فَاَعْطُوْهُ اِیَّاهُ فَاِنَّ خَیْرَکُمْ اَحْسَنُکُمْ قَضَاءً (رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کیا اور سخت کلامی کی تو آپ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ نے اُس کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا ارادہ کیا۔ اِس پر آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: "اِس کو چھوڑ دو کچھ نہ کہو، کیونکہ صاحبِ حق کو کہنے کا حق ہے اور اُس کا قرض ادا کرنے کے واسطے ایک اونٹ خرید لاؤ اور اُسے دے دو!" اُنہوں نے واپس آ کر کہا (اِس شخص کا اونٹ جس معیار کا تھا اُس طرح کا اونٹ نہیں مل رہا ہے) صرف ایسا اونٹ ملتا ہے جو اِس کے اونٹ سے زیادہ عمر کا اور زیادہ بڑھیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہی خرید لاؤ اور اُسے وہی دے دو، کیونکہ وہ آدمی زیادہ اچھا ہے جو بہتر اور برتر ادا کرے۔

تشریح : دورِ نبوی ﷺ میں یہ عام رواج تھا کہ ایک آدمی اپنی ضرورت کے لیے دوسرے آدمی سے اونٹ قرض لے لیتا اور بعد میں اُس عمر اور اُس معیار کا دوسرا اونٹ اُس کے بدلے میں مقررہ مدت تک لوٹا دیتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِس رواج کے مطابق ایک شخص سے اونٹ قرض لیا تھا۔ غالباً مقررہ وقت آ جانے پر وہ تقاضا کرنے آیا اور اُس نے ادب و تمیز کے بجائے سخت رویہ اختیار کیا۔ صحابہ کرام ؓ کو اُس کا یہ رویہ ناگوار محسوس ہوا۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ اِسے کچھ نہ کہو۔ اِس کا ہم پر حق ہے اور صاحبِ حق کو سختی کرنے کا حق ہے۔ ایسا کرو کہ جس عمر اور جس معیار کا اِس شخص کا اونٹ تھا ویسا ہی خرید کر لاؤ اور اِس کے حوالے کر دو۔ صحابہ کرام ؓ نے ویسا اونٹ

تلاش کیا، لیکن مل نہ سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اِس کے اونٹ سے بڑا اور بہتر لے آؤ اور وہی اِسے دے دو۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ جو آدمی زیادہ بہتر اور برتر ادا کرتا ہے وہی زیادہ اچھا ہے۔

مقروض کو مہلت دینے کا اجر وثواب

✪ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ: ((مَنْ سَرَّہٗ اَنْ یُّنْجِیَہُ اللّٰہُ مِنْ کُرَبِ یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلْیُنَفِّسْ عَنْ مُعْسِرٍ اَوْ یَضَعْ عَنْہُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ بے شک میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ’’جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُسے قیامت کے دن کی تکلیفوں اور پریشانیوں سے نجات عطا فرمادے اُسے چاہیے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اُسے دیا گیا قرض معاف کردے۔‘‘

✪ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَہٗ اَظَلَّہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِہٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ’’جو بندہ کسی تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اُسے دیا گیا قرض معاف کردے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسے اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جبکہ اُس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔‘‘

✪ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ کَانَ لَہٗ عَلٰی رَجُلٍ حَقٌّ فَمَنْ اَخَّرَہٗ کَانَ لَہٗ بِکُلِّ یَوْمٍ صَدَقَۃٌ)) (رواہ احمد)

حضرت عمران بن حُصَیْن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس آدمی کا کسی دوسرے بھائی پر کوئی حق (قرضہ وغیرہ) واجب الادا ہو اور وہ اُس مقروض کو ادا کرنے کے لیے مہلت دے دے تو اُس کو ہر دن کے عوض صدقہ کا ثواب ملے گا۔‘‘

تشریح :رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف تو قرض لینے والوں کو خبردار کیا کہ وہ جلد سے جلد قرض کے ادا کرنے اور اُس کے بوجھ سے سبکدوش ہونے کی فکر اور کوشش کریں۔ اگر خدانخواستہ قرض ادا کیے بغیر اِس دنیا سے چلے گئے تو آخرت میں اِس کا انجام اُن کے حق میں بہت بُرا ہوگا۔ دوسری طرف اصحابِ وسعت کو ترغیب دی کہ وہ ضرورت مند بھائیوں کو قرض دیں اور اُس کی ادائیگی کے لیے مقروض کو مہلت دیں کہ جب سہولت ہو ادا کرے۔ اگر مقروض نادار مفلس ہو تو قرض کا کل یا جُز معاف کر دیں اور اس کا بڑا اجر وثواب بیان فرمایا۔

رِبا (سود)

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اعلان فرما دیا ہے کہ سودی لین دین کی حرمت کا حکم آنے کے بعد جو لوگ اِس گناہ سے باز نہ آئیں اور خداوندی قانون کی نافرمانی کرتے رہیں تو اُن کے خلاف اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلانِ جنگ ہے۔ یہ وعید سودی لین دین کے سوا کسی اور جرم کے بارے میں قرآنِ مجید میں وارد نہیں ہوئی۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی نگاہ میں یہ گناہ دوسرے سب گناہوں سے زیادہ شدید وغلیظ ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے سود خوری کو دیگر کبیرہ گناہوں کے مقابلہ میں بدترین گناہ قرار دیا ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ)) قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا هُنَّ ؟ قَالَ: ((اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ)) (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سات مہلک اور تباہ کن گناہوں سے بچو۔'' صحابہ ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کے ساتھ (اُس کی عبادت یا صفات یا افعال میں کسی کو) شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی آدمی کو قتل کرنا اور سود کھانا اور یتیم کا مال

کھانا، (اور اپنی جان بچانے کے لیے) جہاد میں لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جانا، اور اللہ کی پاک دامن بھولی بھالی مومن بندیوں پر زنا کی تہمت لگانا۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں شدید ترین اور خبیث ترین کبیرہ گناہوں سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اِن گناہوں کو ''موبقات'' یعنی آدمی کو اور اُس کی ایمانی روح کو ہلاک و برباد کردینے والے جرائم قرار دیا ہے۔ اِن جرائم میں آپ ﷺ نے شرک، سحر اور قتل ناحق کے بعد سود لینے اور کھانے کا ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح ڈاکٹر اپنے تحقیقی علم وفن اور تجربہ کی بناء پر بعض دواؤں اور غذاؤں وغیرہ کے بارے میں انسانوں کے لیے مفید یا مضر ہونے کی خبر دیتے ہیں اِسی طرح انبیاءؑ اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے علم کی بنیاد پر بتاتے ہیں کہ کون سے عقائد، افکار اور اعمال اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں جنت کی نعمتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں اور کون سے عقائد، افکار اور اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور جہنم میں لے جانے کا باعث ہیں۔ دنیا میں قلب و روح کا سکون کن عقائد و اعمال سے ملے گا اور دنیا میں طرح طرح کی بے چینیاں اور پریشانیاں کن تصورات و بداعمالیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی تحقیق اور غور وفکر میں غلطی کا امکان ہے لیکن انبیاءؑ کی تعلیمات میں کسی غلطی کا احتمال اور کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں کیونکہ یہ اُنہیں براہِ راست اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی جاتی ہیں۔ عجیب معاملہ یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی تجویز کی ہوئی دواؤں کو سب بلا چون وچرا استعمال کرتے ہیں۔ پرہیز کے بارے میں اُن کی ہدایات کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ کسی مریض کا یہ حق تسلیم نہیں کیا جاتا کہ وہ کہے کہ میں دوا تب استعمال کروں گا جب اُس کی تاثیر کا فلسفہ مجھے سمجھا دیا جائے۔ لیکن قرآنِ مجید اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین پر مدعیانِ عقل وایمان اعتماد کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور اُس کا ''فلسفہ'' معلوم کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قلبی ایمان ویقین نصیب فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى قَوْمٍ بُطُوْنُهُمْ كَالْبُيُوْتِ فِيْهَا الْحَيَّاتُ تُرٰى مِنْ خَارِجِ بُطُوْنِهِمْ فَقُلْتُ مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرَائِيْلَ؟ قَالَ هٰؤُلَاءِ اَكَلَةُ الرِّبٰوا)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس رات مجھے معراج

ہوئی میرا گزر ایک ایسے گروہ پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کی طرح ہیں اور اُن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو باہر سے نظر آتے ہیں۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ (جو ایسے عذاب میں مبتلا ہیں) انہوں نے بتایا کہ یہ سود خور لوگ ہیں۔''

تشریح: معراج کی شب رسول اللہ ﷺ کو عالم غیب کی بہت سی چیزوں کا مشاہدہ کرایا گیا۔ آپ ﷺ کو جنت اور دوزخ کے بعض مناظر بھی دکھائے گئے تا کہ آپ ﷺ کو ''علم الیقین'' کے بعد ''عین الیقین'' کا مقام بھی حاصل ہو جائے اور آپ ﷺ ذاتی مشاہدہ کی بناء پر بھی لوگوں کو عذاب وثواب سے آگاہ کر سکیں۔ اِس سلسلہ میں آپ ﷺ کو دوزخ کا ایک یہ منظر بھی دکھایا گیا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ اتنے بڑے ہیں جیسے کہ اچھا خاصا گھر ہو۔ اُن میں سانپ بھرے ہوئے ہیں جو دیکھنے والوں کو باہر ہی سے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دریافت کرنے پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ سود لینے والے اور کھانے والے لوگ ہیں جو اِس لرزہ خیز عذاب میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اِس مشاہدہ کو خود آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے سنا اور اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے بعد کے راویانِ حدیث کو کہ اُن کی محنت وعنایت کے طفیل حدیث کی مستند کتابوں کے ذریعے یہ مشاہدہ ہم تک بھی پہنچ گیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا یقین نصیب فرمائے کہ دل کی آنکھوں سے یہ منظر ہمیں بھی نظر آئے۔ آمین!

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلرِّبٰو سَبْعُوْنَ حُوْبًا اَیْسَرُهَا اَنْ یَّنْكِحَ الرَّجُلُ اُمَّهٗ)) (رواه ابن ماجه)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سود خوری کے ستر حصے ہیں۔ اُن میں سے ادنیٰ اور معمولی ایسا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا۔''

تشریح: عربی محاورہ اور قرآن وحدیث کی زبان میں ''سبعون'' کا لفظ خاص معین عدد (۷۰) کے علاوہ کثرت اور بہتات کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اِس فرمانِ نبوی ﷺ کا مدعا اور پیغام یہ ہے کہ سود خوری اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے بھی بدرجہا زیادہ شدید وخبیث گناہ ہے۔ اِس سے زیادہ کسی گناہ کی خباثت اور کیا ہو سکتی ہے؟

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اٰكِلَ الرِّبٰوا وَ مُؤْكِلَهٗ وَكَاتِبَهٗ

وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ (رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی سود لینے اور کھانے والے پر اور سود دینے اور کھلانے والے پر اور سودی دستاویز لکھنے والے پر اور اُس کے گواہوں پر، آپ ﷺ نے فرمایا کہ (گناہ کی شرکت میں) یہ سب برابر ہیں۔

تشریح: قرآنِ مجید کی آیات اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل خبیث اور موجب لعنت ظالمانہ گناہ سود لینا اور کھانا ہے۔ البتہ یہ ارشادِ نبوی ﷺ خبردار کر رہا ہے کہ سودی کاروبار ایسا خبیث اور لعنتی کاروبار ہے کہ اُس میں کسی طرح کی شرکت بھی لعنتِ الٰہی کا موجب ہے۔ اِس بناء پر سود دینے والا، سودی دستاویز کا کاتب اور اِس کے گواہ بھی لعنت میں حصہ دار ہیں۔ اِس لیے جو اللہ اور رسول ﷺ کی لعنت اور اُن کے غضب سے بچنا چاہے وہ اِس کاروبار سے دور رہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِذَا اَقْرَضَ اَحَدُكُمْ قَرْضًا فَاَهْدٰى لَهٗ اَوْ حَمَلَهٗ عَلَى الدَّابَّةِ فَلَا يَرْكَبْهَا وَلَا يَقْبَلْهُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ جَرٰى بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ قَبْلَ ذَالِكَ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کو قرض دے تو اگر وہ مقروض و مدیون آدمی قرض دینے والے کو کوئی چیز بطورِ ہدیہ دے یا سواری کے لیے اپنا جانور پیش کرے تو چاہیے کہ وہ اُس کے ہدیہ کو قبول نہ کرے اور اُس کے جانور کو سواری میں استعمال نہ کرے، اِلّا یہ کہ اُن دونوں کے درمیان پہلے سے اِس طرح کا تعلق اور معاملہ ہوتا رہا ہو۔''

تشریح: مقروض سے کوئی تحفہ یا سہولت لینا سود کی ایک صورت بنتی ہے۔ اِس حدیثِ نبوی ﷺ کا پیغام یہ ہے کہ سود کا معاملہ اتنا سنگین اور خطرناک ہے کہ اُس کے ادنیٰ شبہ سے بھی بچنا چاہیے۔ جب کسی بندہ کو آدمی قرض دے تو پوری طرح سے احتیاط کرے کہ اُس قرض کی وجہ سے ذرہ برابر بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہو۔

✪ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِؓ قَالَ اِنَّ اٰخِرَ مَا نَزَلَتْ اٰيَةُ الرِّبٰوا وَ اِنَّ رَسُوْلَ

اللّٰہِ ﷺ قُبِضَ وَلَمْ يُفَسِّرْهَا لَنَا فَدَعُوا الرِّبٰوا وَ الرِّيْبَةَ (رواه ابن ماجه)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رِبا والی آیت (یعنی سورۂ بقرہ کی جس آیت میں رِبا کی حرمت کا قطعی اعلان فرمایا گیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی حیات کے) آخری دور میں نازل ہونے والی آیتوں میں سے ہے۔ آپ ﷺ اِس دنیا سے اٹھا لیے گئے اور آپ ﷺ نے ہمارے لیے اِس کی پوری تفسیر وتشریح نہیں فرمائی۔ لہٰذا رِبا کو بالکل چھوڑ دو اور اُس کے شبہ اور شائبہ سے بھی پرہیز کرو۔

تشریح : تمام ابوابِ شریعت میں نبی اکرم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ اصولی ہدایات اور چند تفصیلات بتاتے تھے اور اُس سلسلہ کی تمام جزئیات نہیں بتاتے تھے۔ یہ کام امت کے مجتہدین اور فقہاء کے لیے رہ گیا کہ وہ آپ ﷺ کی دی ہوئی اصولی ہدایات کی روشنی میں جزئیات کے بارے میں فیصلہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ امت کے فقہاء و مجتہدین کی صف اوّل میں سے ہیں۔ وہ رِبا کے بارے میں سخت وعیدوں سے ڈرتے اور لرزتے ہوئے یہ خواہش رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ رِبا کی وہ جزئیات بھی بیان فرماجاتے جو آپ ﷺ نے بیان نہیں فرمائیں اور جن کے بارے میں اب اجتہاد سے فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اپنے اِس انتہائی خداترسانہ اور محتاط نقطۂ نظر کی بناء پر اُنہوں نے اپنے اِس ارشاد کے آخر میں فرمایا ''فَدَعُو الرِّبٰوا وَ الرِّيْبَةَ'' یعنی اب اہلِ ایمان کے لیے راہِ عمل یہ ہے کہ وہ ''رِبا'' اور اُس کے شبہ اور شائبہ سے بھی اپنے کو بچائیں۔

✪ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((اَلرِّبَا وَاِنْ كَثُرَ فَاِنَّ عَاقِبَتَهٗ تَصِيْرُ اِلٰى قُلٍّ)) (رواه احمد)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سود اگرچہ کتنا ہی زیادہ ہو جائے لیکن اُس کا آخری انجام قلت اور کمی ہے۔''

تشریح : اگر حدیث کے لفظ ''عاقبۃ'' سے اخروی انجام مراد لیا جائے تو ظاہر ہے کہ کسی صاحبِ ایمان کو اِس میں شک و شبہ نہیں ہوگا کہ جن لوگوں نے سود کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ کیا اور یہاں وہ لکھ پتی یا کڑور پتی ہو گئے، آخرت میں وہ بالکل مفلس کوڑی کوڑی کے محتاج ہوں گے۔ اُن کی وہ دولت ہی اُن کے لیے وبال اور عذاب ہوگی۔ اِسی طرح اگر ''عاقبۃ'' کا

مطلب، دنیا میں سودی کمائی کا انجام لیا جائے تو یہ بھی حقیقت ہے کہ سود کے ذریعے دولت خواہ کتنی ہی بڑھ جائے لیکن آخرکار دنیا میں بھی اُس پر زوال آئے گا۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ''یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰو'' یعنی سود سے کمائی ہوئی دولت کو اللہ تعالیٰ برکت سے محروم رکھتا ہے اور اس پر دیر سویر بربادی آکر رہتی ہے۔ بکثرت ایسے واقعات مشہور ہیں کہ ایک شخص سود کے ذریعے اپنی دولت میں اضافہ کرتا رہا اور وہ اپنے وقت کا قارون بن گیا، پھر کبھی کوئی ایسا حادثہ رونما ہوا اور ایسی کوئی آفت آئی جس نے سارا حساب برابر کر دیا۔ وہ لکھ پتی اور کروڑ پتی دیوالیہ اور محتاج ہو کر رہ گیا۔ یہ بات بھی مشاہدہ اور تجربہ میں ہے کہ سود خور لوگ اُس حقیقی راحت اور عزت و احترام سے یکسر محروم رہتے ہیں جو دولت کا اصل مقصد اور ثمرہ ہے۔ اِس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ کوئی سود خور، سودی کاروبار کے ذریعہ خواہ کتنی ہی دولت پیدا کرلے وہ دولت کے حقیقی لطف و ثمرہ سے ہمیشہ محروم ہی رہتا ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَیَاْتِیَنَّ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنْهُمْ اَحَدٌ اِلَّا اٰکِلُ الرِّبَا فَمَنْ لَمْ یَاْکُلْ اَصَابَهٗ مِنْ غُبَارِہٖ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں پر ایسا زمانہ آکر رہے گا کہ اُن میں سے کوئی نہ بچے گا مگر یہ کہ وہ سود کھانے والا ہوگا۔ پھر اگر خود سود نہ بھی کھاتا ہوگا تو اُس کا غبار ضرور اُس کے اندر پہنچے گا۔''

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ کا مقصد امت کو خبردار کرنا ہے کہ ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب سود کی وبا عام ہو جائے گی اور اِس سے محفوظ رہنا بہت ہی دشوار ہوگا۔ لہٰذا چاہیے کہ ہر مسلمان اِس بارے میں چوکنا رہے اور خود کو اِس لعنت سے محفوظ رکھنے کی فکر اور کوشش کرتا رہے۔ یقیناً ہمارا زمانہ بھی وہی زمانہ ہے۔ اللہ کے جو بندے سود کو لعنت سمجھتے ہیں اور بتوفیقِ الٰہی اُس سے پرہیز کرتے ہیں وہ بھی اپنی ضروریاتِ زندگی جن دکانداروں سے خریدتے ہیں اُن کے کاروبار کا رشتہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی نہ کسی سودی سلسلہ سے ضرور مل جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا۔ آمین!

✪ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِیْرُ بِالشَّعِیْرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ

بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ سَوَاءً بِسَوَاءٍ يَدًا بِيَدٍ فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هٰذِهِ الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ)) (رواہ مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سونے کی بیع سونے کے بدلے اور چاندی کی چاندی کے بدلے اور گیہوں کی گیہوں کے بدلے اور جو کی جو کے بدلے اور کھجوروں کی کھجوروں کے بدلے اور نمک کی نمک کے بدلے یکساں اور برابر اور دست بدست ہونی چاہیے، اور جب اجناس مختلف ہوں تو جس طرح چاہو فروخت کرو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو۔“

✪ عَنْ أَبِي سَعِيدِ نِالْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ مِثْلاً بِمِثْلٍ يَدًا بِيَدٍ فَمَنْ زَادَ أَوِ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرْبَى الْآخِذُ وَالْمُعْطِي فِيهِ سَوَاءٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سونا سونے کے عوض اور چاندی چاندی کے عوض اور گیہوں گیہوں کے عوض اور جو جو کے عوض اور کھجوریں کھجوروں کے عوض اور نمک نمک کے عوض دست بدست برابر سرابر بیچا خریدا جائے۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ طلب کیا تو اُس نے سود کا معاملہ کیا (اور وہ سود کے گناہ کا مرتکب ہوا)۔ اِس میں لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔“

تشریح: اِن احادیثِ مبارکہ میں ہدایت دی گئی کہ چھ چیزوں (سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور، نمک) میں سے کسی جنس کا اُسی جنس سے تبادلہ کیا جائے تو یہ معاملہ اُس صورت میں جائز ہوگا جب برابر برابر اور دست بدست کیا جائے۔ اگر کمی بیشی ہوئی یا لین دین دست بدست نہ ہوا بلکہ قرض ادھار کی بات ہوئی تو جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ ایک طرح کا سود کا معاملہ ہو جائے گا اور دونوں فریق سود میں ملوث ہونے کے مرتکب اور گنہگار رہوں گے۔ امت کے فقہاء و مجتہدین کا اِس پر قریباً اتفاق ہے کہ مذکورہ چھ چیزوں کے علاوہ بھی جو چیزیں اِس نوعیت کی ہیں اُن کا حکم بھی یہی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ”حجۃ اللہ البالغہ“ میں اِن احادیث کی جو تشریح کی ہے اُس کا حاصل

یہ ہے کہ دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں زمانۂ جاہلیت سے رواج چلا آرہا تھا کہ ضرورت مند لوگ سودی کاروبار کرنے والے مہاجنوں سے قرض لیتے تھے۔ طے ہو جاتا تھا کہ وہ اتنے اضافہ کے ساتھ فلاں وقت تک یہ قرض ادا کر دیں گے۔ قرض پر اِس طرح کے اضافہ کو ''رِبا'' یعنی سود کہا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں براہِ راست اِسی کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے خرید و فروخت کی بعض صورتوں کے بھی رِبا کے حکم میں داخل ہونے کا اعلان فرمایا اور اُن سے بھی بچنے کی تاکید فرمائی۔ اِن احادیث میں رِبا ہی کی ایک صورت سے بچنے کی ہدایت ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اِن احادیث میں دیے جانے والے حکم کی جو حکمت بیان فرمائی ہے اِس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تعیش اور زیادہ بلند معیار کی زندگی پسند نہیں فرماتا۔ ایسی زندگی گزارنے کی خواہش انسان کو نفس کے تزکیہ کی فکر کرنے اور آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے کوشش کرنے سے غافل کر دیتی ہے۔ علاوہ ازیں معاشرہ میں زیادہ اونچ نیچ سے طرح طرح کے مفاسد بھی پیدا ہوں گے۔ تعیش اور اعلیٰ معیارِ زندگی ہی کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ ہر چیز بڑھیا سے بڑھیا اور اعلیٰ معیار کی استعمال کی جائے۔ اِس کی عملی صورت اکثر یہی ہوتی تھی کہ اگر اپنے پاس اعلیٰ درجہ کی چیز نہیں ہے بلکہ معمولی درجہ کی ہے تو وہ زیادہ مقدار میں دے کر اُن کے بدلے میں اعلیٰ معیار کی تھوڑی مقدار لے لی جائے۔ بہرحال کمی بیشی کے ساتھ ایک جنس کا اُسی جنس سے تبادلہ عموماً تعیش اور اعلیٰ معیارِ زندگی کے تقاضے سے ہی کیا جاتا تھا۔ اِس تقاضے کا سدِّ باب اُس ممانعت کے ذریعے کیا گیا جو اِن احادیث میں بیان ہوئی ہے۔ واللہ اعلم باسرار احکامہ۔

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ جَاءَ بِلَالٌؓ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بِتَمْرٍ بَرْنِیٍّ فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مِنْ اَیْنَ هٰذَا ؟)) قَالَ بِلَالٌ كَانَ عِنْدَنَا تَمْرٌ رَدِیٌّ فَبِعْتُ مِنْهُ صَاعَیْنِ بِصَاعٍ لِمَطْعَمِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم عِنْدَ ذٰلِكَ: ((اَوَّهْ اَوَّهْ عَیْنُ الرِّبَا عَیْنُ الرِّبَا لَا تَفْعَلْ وَلٰكِنْ اِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَشْتَرِیَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَیْعٍ اٰخَرَ ثُمَّ اشْتَرِ بِهٖ)) (رواه البخاری)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ بلالؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت اچھی قسم کی (برنی) کھجوریں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''یہ کہاں سے آئیں؟''

اُنھوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس گھٹیا قسم کی کھجوریں تھیں میں نے وہ دو صاع دے کر یہ برنی ایک صاع خرید لیں آپ ﷺ کے تناول فرمانے کے لیے۔ اِس پر آپ ﷺ نے فرمایا:
"اوہو! اوہو! یہ تو عین ربا ہوا، یہ تو عین ربا ہوا، آئندہ ایسا کبھی نہ کرو، جب تم (کھجوروں سے) کھجوریں خریدنی چاہو تو پہلے اپنی کھجوریں بیچ دو، پھر اُن کی قیمت سے دوسری کھجوریں خرید لو۔"

تشریح: حضرت بلال رضی اللہ عنہ یقیناً اِس سے ناواقف نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ربا کو حرام قرار دیا ہے۔ غالباً اُنھوں نے جس طرح کھجوریں خریدی تھیں اُس کو اُنھوں نے ربا نہیں سمجھا تھا۔ وہ ربا قرض والے سود ہی کو سمجھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں بتایا کہ کمی بیشی کے ساتھ مختلف معیار کی کھجوروں کا تبادلہ بھی ربا کے حکم میں ہے۔

✪ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ اَنَّ مُعَاوِيَةَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ اَوْ وَرِقٍ بِاَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَنْهٰى عَنْ مِّثْلِ هٰذَا اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ مَا اَرٰى بِمِثْلِ هٰذَا بَأْسًا فَقَالَ اَبُو الدَّرْدَاءِ مَنْ يَّعْذِرُنِيْ مِنْ مُّعَاوِيَةَ اَنَا اُخْبِرُهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ يُخْبِرُنِيْ عَنْ رَّاْيِهٖ لَا اُسَاكِنُكَ بِاَرْضٍ اَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ اَبُو الدَّرْدَاءِ عَلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرَ ذَالِكَ لَهٗ فَكَتَبَ عُمَرُبْنُ الْخَطَّابِ اِلٰى مُعَاوِيَةَ اَنْ لَا تَبِعْ ذَالِكَ اِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ (رواه مالك فى المؤطا)

حضرت عطاء بن یسار تابعی سے روایت ہے۔ اُنھوں نے بیان کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا ایک پیالہ (یا جگ) اُسی جنس کے اُس سے زیادہ وزن کے عوض فروخت کیا، تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا۔ آپ ﷺ اِس طرح کی بیع فروخت سے منع فرماتے تھے، اِلّا یہ کہ برابر سرابر ہو، تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے نزدیک تو اِس میں کوئی مضائقہ اور گناہ کی بات نہیں ہے۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے (سخت رنجیدہ ہو کر) کہا کہ مجھے معاویہ کے بارے میں معذور سمجھا

جائے۔ میں اُن کو اللہ کے رسول ﷺ کا حکم بتاتا ہوں اور وہ مجھے اپنی رائے بتاتے ہیں۔ (اِس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ) میں تمہارے ساتھ اِس سرزمین میں نہیں رہوں گا، جہاں تم ہوگے۔ اِس کے بعد حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے اِس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اِس طرح کی بیع وفروخت نہ کرو، سونا، چاندی وغیرہ کا اِسی جنس سے تبادلہ صرف اس صورت میں جائز ہے کہ دونوں طرف وزن یکساں اور برابر سرابر ہو۔

تشریح: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے گورنر تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا قیام بھی وہیں تھا۔ اُسی زمانہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی سے بنا ہوا پانی کا ایک برتن بطور قیمت اُسی جنس سے وزن میں کچھ زیادہ لے کر فروخت کیا اور اُس میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اُن سے ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی بیع سے منع فرمایا ہے۔ حکم یہ ہے کہ سونے یا چاندی کی کوئی چیز اگر اُسی جنس کے عوض بیچی یا خریدی جائے تو وزن میں کمی بیشی نہ ہونی چاہیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خیال غالباً یہ تھا کہ سونے یا چاندی سے بنی ہوئی چیز (زیور یا برتن) اگر فروخت کیا جائے تو بنوائی کی اجرت کا لحاظ کر کے کچھ زیادہ لینا ناجائز نہ ہوگا۔ اِس بنا پر اُنہوں نے کہا کہ میرے نزدیک تو اِس میں کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ اُنہوں نے آپ ﷺ سے جو کچھ سنا تھا وہ اُس کی روشنی میں اِس معاملہ میں کسی رائے یا اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں سمجھتے تھے۔ بہرحال وہ ناراض ہو کر مدینہ چلے آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ شرعی حکم وہی ہے جو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے بتایا ہے۔ لہٰذا ایسی خرید و فروخت نہ کی جائے۔

اِس روایت سے معلوم ہوا کہ رِبا (سود) کی اِس دوسری قسم (یعنی رِبائے حکمی) کے بارے میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کتنی شدت تھی اور اس بارے میں کسی کی اجتہادی غلطی بھی اُن کے لیے قابلِ برداشت نہیں تھی۔

خرید و فروخت کے متعلق احکام و ہدایات

پھلوں کی فصل تیاری سے پہلے نہ بیچی، خریدی جائے

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی يَبْدُ صَلَاحُهَا نَهَی الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا پھلوں کی بیع سے اُس وقت تک کہ اُن میں پختگی آ جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے والے کو بھی منع فرمایا اور خریدنے والے کو بھی۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتّٰی يَزْهُوَ وَعَنِ السُّنْبُلِ حَتّٰی يَبْيَضَّ وَيَاْمَنَ الْعَاهَةَ نَهَی الْبَائِعَ وَالْمُشْتَرِیَ (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کھجوروں کی فصل کی بیع سے جب تک اُن پر سرخی نہ آ جائے اور کھیت کی بالوں کی بیع سے جب تک اُن پر سفیدی نہ آ جائے اور تباہی کا خطرہ نہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچنے والے کو بھی منع فرمایا اور خریدنے والے کو بھی۔

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نَهٰی عَنْ بَيْعِ الثِّمَارِ حَتّٰی تُزْهِیَ، فَقِيْلَ لَهٗ وَمَا تُزْهِیْ؟ قَالَ: ((حَتّٰی تَحْمَرَّ)) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَرَاَيْتَ اِذَا مَنَعَ اللّٰهُ الثَّمْرَةَ بِمَا يَاْخُذُ اَحَدُكُمْ مَالَ اَخِيْهِ)) (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی بیع سے منع فرمایا تا آنکہ اُن پر رونق آ جائے، پھر جب عرض کیا گیا کہ رونق آ جانے سے کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مطلب یہ ہے کہ سرخی آ جائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”بتاؤ اگر اللہ تعالیٰ پھل عطا نہ فرمائے (یعنی بحکم خداوندی کسی آفت سے پھل تیار ہونے سے پہلے ضائع ہو جائیں) تو بیچنے

والا کس چیز کے عوض میں (خریدنے والے) اپنے بھائی سے مال وصول کرے گا۔"

تشریح : جس طرح ہمارے ہاں آم کے باغوں کی فصل آم تیار ہونے سے پہلے بھی فروخت کردی جاتی ہے، اِسی طرح عرب کے پیداواری علاقوں میں کھجور یا انگور کے پھل اور کھیتوں میں پیدا ہونے والا غلہ پکنے سے پہلے فروخت کردیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس کی ممانعت فرمائی۔ اِس میں خطرہ اور امکان ہے کہ فصل پر کوئی آفت آجائے۔ مثلاً تیز آندھیاں یا آسمان سے گرنے والے اولے غلہ کو یا پھلوں کو ضائع کردیں یا اُن میں کوئی خرابی اور بیماری پیدا ہوجائے۔ اب خریدنے والے کو بہت نقصان پہنچ جائے گا یا قیمت کی ادائیگی کے بارے میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا پیدا ہوجائے گا۔ غالباً اِن مفاسد اور خطرات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کی بیع کی ممانعت فرمائی۔

چند سالوں کے لیے باغوں کی فصل کا ٹھیکہ نہ دیا جائے

✪ عَنْ جَابِرٍؓ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ بَيْعِ السِّنِيْنَ وَ اَمَرَ بِوَضْعِ الْجَوَائِحِ

(رواہ مسلم)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا (باغ کو) چند سالوں کے واسطے فروخت کرنے سے اور آپ ﷺ نے حکم دیا ناگہانی آفات (کے نقصان) کا لحاظ رکھنے کا۔

تشریح : باغ کی فصل کئی سال کے لیے فروخت کرنے سے منع کرنے کی حکمت یہ محسوس ہوتی ہے کہ معلوم نہیں پھل آئے گا بھی یا نہیں، اور باقی رہے گا یا خدانخواستہ کسی ناگہانی حادثہ کا شکار ہوجائے گا۔ ایسی صورت میں بیچارے خریدار کو نقصان پہنچے گا۔ ممکن ہے کہ قیمت ادا کرنے کے حوالے سے نزاع اور جھگڑا پیدا ہو جو سو خرابیوں کی جڑ بنے گا۔ دوسرا حکم اِس حدیثِ مبارکہ میں یہ دیا گیا کہ اگر باغ کی فصل فروخت کی گئی اور پھلوں پر کوئی آفت آگئی تو باغ کے مالک کو چاہیے کہ نقصان کا لحاظ کرکے قیمت میں کمی اور تخفیف کردے۔ اِن سب احکام کا مقصد اہلِ معاملہ کی خیر خواہی، اُنہیں باہمی اختلاف و نزاع سے بچانا اور ایک دوسرے کے لیے ہمدردی، غم خواری، ایثار اور قربانی کا عادی بنانا ہے۔

جو چیز فی الحال اپنے پاس نہ ہو اُس کی بیع نہ کی جائے

✪ عَنْ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍؓ قَالَ نَهَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَبِیْعَ مَا لَیْسَ عِنْدِیْ

(رواه الترمذی)

حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اِس سے منع فرمایا کہ جو چیز میرے پاس موجود نہیں ہے میں اس کی بیع وفروخت کا کسی سے معاملہ کروں۔

تشریح : کاروباری معاملات میں یہ ہوتا رہا ہے کہ تاجر کے پاس ایک چیز موجود نہیں ہے، لیکن اُس کے طالب خریدار سے وہ اُس کا سودا اِس امید پر کرلیتا ہے کہ میں کہیں سے خرید کر اُس کو دے دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس طرح کی بیع سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اِس کا امکان ہے کہ وہ چیز فراہم نہ ہو سکے یا فراہم ہو جائے مگر خریدار اُس کو پسند نہ کرے۔ اِس صورت میں فریقین میں نزاع اور جھگڑا ہو سکتا ہے۔

اگر غلہ خریدا جائے تو اٹھا لینے سے پہلے اُس کو فروخت نہ کیا جائے

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَاعَ طَعَامًا فَلَا یَبِعْهُ حَتّٰی یَسْتَوْفِیَهُ)) (رواه البخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو شخص غلہ (وغیرہ) خریدے تو جب تک اُسے اپنے قبضہ میں نہ لے لے اُس وقت تک کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔“

تشریح :اِس حدیثِ مبارکہ میں اگرچہ صرف طعام (یعنی غلہ) کا ذکر ہے، لیکن تمام اموالِ منقولہ کا یہی حکم ہے۔ اِس حکم کا مقصد بظاہر یہی ہے کہ خریدار کے علم میں ہو کہ وہ جو شے خرید رہا ہے وہ کس معیار کی ہے تا کہ بعد میں کوئی جھگڑے کی صورت پیدا نہ ہو۔

سخت ضرورت مند سے خرید وفروخت کی ممانعت

✪ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَدْ نَهَی النَّبِیُّ ﷺ عَنْ بَیْعِ الْمُضْطَرِّ وَ عَنْ بَیْعِ الْغَرَرِ

(رواہ ابوداؤد)

حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ''مضطر'' کی خرید و فروخت سے اور ایسی چیز کی بیع سے جس کا ملنا یقینی نہ ہو۔''

تشریح: بعض اوقات آدمی فقر و فاقہ یا کسی حادثہ یا کسی ناگہانی پریشانی کی وجہ سے اپنی کوئی چیز بیچنے کے لیے یا کوئی چیز خریدنے کے لیے سخت مجبور یعنی ''مضطر'' ہوتا ہے۔ ایسے میں کوئی بے درد تاجر اُس شخص کی اضطراری حالت سے ناجائز فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب وہ جو بھی اُس مجبور شخص کے ساتھ لین دین کرے گا اُسے ''بیع مضطر'' کہا جاتا ہے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں اِس طرح کی بیع کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ کسی مجبور آدمی سے خرید و فروخت کا تاجرانہ معاملہ نہ کیا جائے، بلکہ اُس بھائی کی مدد اور اعانت کی جائے۔ دوسری چیز جس کی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے وہ ''بیع غرر'' ہے۔ اِس سے مراد ایسی چیز کی بیع ہے جس کا ملنا یقینی نہ ہو جیسے کہ کوئی جنگل کے ہرن، یا کسی پرندے یا دریا کی مچھلی کی اِس امید پر بیع کرے کہ شکار کر کے فراہم کر دوں گا۔ اِس بیع کی ممانعت اِس لیے ہے کہ بیچنے والے کے پاس بیچی جانے والی چیز موجود ہی نہیں اور نہ اُس کا ملنا یقینی ہے اور مل بھی جائے تو نوعیت کے بارے میں نزع و اختلاف کا خطرہ ہے۔

مال کا عیب چھپا کر فروخت نہ کرو

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَرَّ عَلٰی صُبْرَةِ طَعَامٍ فَاَدْخَلَ یَدَهٗ فِیْهَا فَنَالَتْ اَصَابِعُهٗ بَلَلًا فَقَالَ: ((مَا هٰذَا یَا صَاحِبَ الطَّعَامِ ؟)) قَالَ اَصَابَتْهُ السَّمَاءُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ اَفَلَا جَعَلْتَهٗ فَوْقَ الطَّعَامِ کَیْ یَرَاهُ النَّاسُ مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلہ کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُس ڈھیر کے اندر داخل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں نے گیلا پن محسوس کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلہ فروش سے دریافت فرمایا: ''غلہ کے ڈھیر میں یہ تری کیسی ہے؟'' اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! غلہ پر بارش کی بوندیں پڑ گئی تھیں (تو میں

نے اوپر کا بھیگ جانے والا غلہ نیچے کر دیا)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس بھیگے ہوئے غلے کو تم نے ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رہنے دیا تا کہ خریدنے والے لوگ اُس کو دیکھ سکتے۔ (سن لو) جو آدمی دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

✪ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ((مَنْ بَاعَ عَيْبًا وَلَمْ يُنَبِّهْ يَزَلْ فِيْ مَقْتِ اللّٰهِ وَلَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِكَةُ تَلْعَنُهُ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے خود سنا رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرما رہے تھے: ''جس شخص نے کوئی عیب والی چیز کسی کے ہاتھ فروخت کی، اور خریدار کو وہ عیب بتا نہیں دیا تو اُس پر ہمیشہ خدا کا غضب رہے گا اور اللہ کے فرشتے ہمیشہ اُس پر لعنت کرتے رہیں گے۔''

کسی کی ناواقفی سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ

✪ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((لَا تَلَقَّوُا الْجَلَبَ فَمَنْ تَلَقَّاهُ فَاشْتَرٰى مِنْهُ فَاِذَا اَتٰى سَيِّدُهُ السُّوْقَ فَهُوَ بِالْخِيَارِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلہ وغیرہ لانے والے قافلہ سے مال خریدنے کے لیے آگے جا کے نہ ملو، جس تاجر نے آگے جا کر راستہ ہی میں سودا کیا اور خرید لیا تو مال کا مالک جب بازار پہنچے تو اُس کو اختیار ہوگا (کہ چاہے تو وہ معاملہ فسخ کر دے)۔''

تشریح: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ لوگ چھوٹے چھوٹے تجارتی قافلوں کی شکل میں شہروں میں آتے تھے اور ضروریات کی چیزیں شہر کے بازاروں میں فروخت کرتے تھے۔ اِن تجارتی قافلوں کو ''جَلَبْ'' کہا جاتا تھا۔ چالاک تاجر ایسا کرتے تھے کہ بازار پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں اُن کے پاس پہنچ کر مال کا سودا کر لیتے تھے۔ اِس میں یہ امکان ہوتا تھا کہ بازار کے بھاؤ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے باہر سے مال لانے والے اپنا مال اِن تاجروں کے ہاتھ سستے داموں بیچ دیں اور نقصان اُٹھائیں۔ دوسری خرابی اِس طریقہ میں یہ تھی کہ باہر سے آنے والا مال اُن چالاک سرمایہ دار تاجروں کے ہاتھ میں چلا جاتا تھا۔ پھر وہ اُسے عام صارفین کے ہاتھ

من مانے داموں پر بیچتے تھے اور زیادہ سے زیادہ نفع کماتے تھے۔ اگر مال بازار میں آ کر بکتا تو لانے والوں کو بھی مناسب قیمت ملتی اور عام ضرورت مند بھی مناسب داموں پر خرید سکتے۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ مال لانے والوں سے بازار پہنچنے سے پہلے راستہ میں جا کر خریداری نہ کی جائے۔ اگر اِس طرح کسی نے کوئی سودا کیا اور مال لانے والے نے بازار پہنچ کر محسوس کیا کہ بازار کے بھاؤ سے بے خبری کی وجہ سے اُسے نقصان پہنچا ہے تو اُسے معاملہ فسخ کر دینے کا اختیار ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((لَا یُتَلَقَّی الرُّکْبَانَ لِبَیْعٍ وَلَا یَبِعْ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَیْعِ بَعْضٍ وَلَا تَنَاجَشُوْا وَلَا یَبِعْ حَاضِرٌ لِبَادٍ وَ لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَهَا بَعْدَ ذَالِكَ فَهُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَّحْلُبَهَا فَاِنْ رَضِیَهَا اَمْسَکَهَا وَاِنْ سَخِطَهَا رَدَّهَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مال لانے والے قافلہ والوں سے مال خریدنے کے لیے آگے جا کے نہ ملو، اور تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کے بیع کے معاملہ میں اپنے معاملۂ بیع سے مداخلت نہ کرے اور (کسی سودے کے نمائشی خریدار بن کر اُس کی) قیمت بڑھانے کا کام نہ کرو، اور شہری تاجر دیہاتیوں کا مال اپنے پاس رکھ کر بیچنے کا کام نہ کریں۔ اور (بیچنے کے لیے) اونٹنی یا بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ اگر کسی نے ایسی اونٹنی یا بکری خریدی تو اُس کا دودھ دوہنے کے بعد اُس کو اختیار ہے اگر پسند ہو تو اپنے پاس رکھے اور اگر ناپسند ہو تو واپس کر دے اور (جانور کے مالک کو) ایک صاع (قریباً ۴ سیر) کھجوریں بھی دے دے۔"

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں تجارت اور خرید و فروخت سے متعلق پانچ ہدایات دی گئی ہیں۔ پہلی ہدایت وہی ہے جو اوپر والی حدیث میں بیان ہوئی کہ باہر سے مال لانے والے تجارتی قافلوں سے بازار اور منڈی میں اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں جا کر مال نہ خریدا جائے۔ جب وہ بازار میں مال لے آئیں تو اُن سے خرید و فروخت کا معاملہ کیا جائے۔

دوسری ہدایت یہ ہے کہ جب دو افراد کے درمیان سودے کے لیے بات چل رہی ہو تو

درمیان میں خود خریدنے یا بیچنے کے لیے مداخلت نہ کرو۔ ظاہر ہے کہ اس سے باہم عداوت پیدا ہوگی جو شروفساد کی جڑ ہے۔

تیسری ہدایت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دکان دار سے کوئی چیز خریدنے کی بات چیت کر رہا ہے تو صرف نمائشی خریدار بن کر زیادہ قیمت نہ لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ اِس سے ضرورت مند خریدار ہے زیادہ قیمت دینے پر مجبور ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بیچارے خریدار کے ساتھ ایک طرح کا فریب کا معاملہ ہے۔

چوتھی ہدایت یہ ہے کہ شہر کے تاجر دیہات سے لانے والوں کا مال اپنے پاس اِس غرض سے نہ رکھیں کہ جب دام زیادہ ہوں گے تو اُس وقت فروخت کریں گے۔ دیہات کے لوگ جب مال لائیں تو اُسے اُسی وقت فروخت ہو جانا چاہیے۔ اِس صورت میں اشیاء کی قلت نہیں ہوگی۔ عوام کے لیے قیمتیں نہیں چڑھیں گی۔ دیہات سے مال لانے والوں کو ہاتھ کے ہاتھ اپنے مال کی قیمت مل جائے گی تو وہ جلد ہی وہ بازار میں دوسرا مال لاسکیں گے۔ اِس طرح اُن کی تجارت بڑھ جائے گی اور نفع بھی بڑھے گا۔

پانچویں ہدایت یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنا دودھ دینے والا جانور فروخت کرنا ہو تو ایسا نہ کرے کہ ایک دو وقت پہلے سے اُس کا دودھ دوہنا چھوڑ دے تاکہ خریدار اُس کے بھرے ہوئے تھن دیکھ کر سمجھے کہ جانور بہت دودھ دینے والا ہے اور زیادہ قیمت میں خرید لے۔ یہ ایک طرح کا دھوکہ ہے۔ اگر کسی نے ایسا جانور خریدا تو اُس کو اختیار ہے کہ اپنے گھر میں دودھ دوہنے کے بعد جانور کو ناپسند کر کے واپس کر دے یا پسند کر کے اپنے پاس رکھ لے۔ واپس کرنے کی صورت میں ایک صاع (قریباً ۴ سیر) کھجوریں بھی جانور کے مالک کو پیش کر دے۔ دیگر احادیث کی روشنی میں جانور خریدنے والے کو صرف تین دن تک واپسی کا اختیار رہے گا۔ اِسی طرح ایک صاع کھجوروں کی جگہ گیہوں یا جو یا کوئی اور غلہ دینا بھی صحیح ہوگا۔ جانور کی واپسی کی صورت میں اُس کے مالک کو ایک صاع کھجور یا کچھ اور پیش کرنے کی حکمت بظاہر یہ ہے کہ خریدنے والے نے ایک یا دو یا تین دن جانور کو اپنے پاس رکھ کر اُس سے جو استفادہ کیا، اُس کا بدل مالک کو جانور واپس کرتے ہوئے پیش کر دیا جائے۔ اِس سے اُس دل شکنی کا بھی مداوا ہو جائے گا جس کا جانور کی واپسی کی وجہ سے مالک کو سامنا کرنا پڑا۔ یوں واپسی کے معاملہ کی ناخوش گواری کو ختم کرنے یا کم کرنے کی صورت پیدا

ہوگی۔

نیلام کے طریقہ پر خرید وفروخت

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَاعَ حِلْسًا وَّ قَدْحًا وَقَالَ : ((مَنْ يَّشْتَرِیْ هٰذَا الْحِلْسَ وَالْقَدَحَ)) فَقَالَ رَجُلٌ اَخَذْتُهُمَا بِدِرْهَمٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ مَنْ يَّزِيْدُ عَلٰى دِرْهَمٍ)) فَاَعْطَاهُ رَجُلٌ دِرْهَمَيْنِ فَبَاعَ هُمَا مِنْهُ (رواہ الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بچھانے کا ایک) ٹاٹ اور ایک پیالہ اِس طرح فروخت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجلس کے حاضرین کو مخاطب کر کے) فرمایا: ''یہ ٹاٹ اور پیالہ کون خریدنا چاہتا ہے؟'' ایک شخص نے عرض کیا کہ میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لے سکتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کون ایک درہم سے زیادہ دینے کو تیار ہے؟ کون ایک درہم سے زیادہ دینے کو تیار ہے؟'' تو ایک دوسرے صاحب نے آپ کو دو درہم پیش کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دونوں چیزیں اُن کے ہاتھ بیچ دیں۔

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نیلام کے طریقہ پر خرید وفروخت جائز ہے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا ہے۔ نیلام کے جس واقعہ کا ذکر اِس حدیث میں ہے، اُس کی تفصیل سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں ہے۔ ایک مفلس اور مفلوک الحال صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد واعانت کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، یہ دیکھ کر کہ وہ محنت کر کے کمانے کے قابل ہیں، اُن سے پوچھا کہ تمہارے گھر میں کچھ سامان ہے؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ بس ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم بچھا لیتے ہیں اور کچھ حصہ اوڑھ لیتے ہیں۔ اِس کے علاوہ ایک پیالہ ہے جس سے پانی پیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں لے آؤ اور وہ لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے پوچھا کہ کون اِن کا خریدار ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں ایک درہم میں دونوں چیزیں لے سکتا ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۔۳ دفعہ پوچھا کوئی اِس سے زیادہ قیمت میں خریدنے والا ہے؟ ایک صاحب نے دو درہم نکال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں چیزیں اُن کو دے دیں اور ملنے والے دو درہم مفلس صحابی کو دے دیے۔ فرمایا ایک درہم کا کھانے

پینے کا کچھ سامان خرید کے اپنے گھر والوں کو دے دو اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے کلہاڑی میں لکڑی کا دستہ فٹ کیا اور اُن سے کہا یہ کلہاڑی لے کر جنگل نکل جاؤ، لکڑیاں لاؤ اور بیچو۔ آپ ﷺ نے اُن کو یہ بھی تاکید فرمائی کہ اب ۱۵ دن تک زیادہ سے زیادہ وقت محنت اور کمائی ہی میں صرف کرو اور اُس کے بعد میرے پاس آنا۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اُن کے پاس دس درہم جمع ہو گئے۔ اُس سے اُنہوں نے گھر والوں کے لیے غذائی سامان اور کچھ کپڑا وغیرہ خریدا۔ اِس کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا کہ محنت کر کے گزارا کرنا تمہارے لیے اِس سے بہتر ہے کہ سائل بن کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ اور قیامت میں تمہارے چہرے پر اِس کا داغ اور نشان ہو۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت

✪ عَنْ مَعْمَرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنِ احْتَكَرَ فَهُوَ خَاطِئٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو تاجر ذخیرہ اندوزی کرے (یعنی ضروریاتِ زندگی کا ذخیرہ عوام کی ضرورت کے باوجود مہنگائی کے لیے محفوظ رکھے) وہ خطا کار گنہگار ہے۔''

✪ عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْجَالِبُ مَرْزُوْقٌ وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ضروریاتِ زندگی باہر سے لا کر بازار میں بیچنے والے تاجر کے رزق کا کفیل اللہ ہے اور (مہنگائی کے لیے) ذخیرہ اندوزی کرنے والا اللہ کی طرف سے پھٹکارا ہوا اور اُس کی رحمت و برکت سے محروم ہے۔''

تشریح: بعض تاجر ضروریاتِ زندگی کی ذخیرہ اندوزی کر کے مصنوعی قلت پیدا کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں مہنگائی بڑھ جاتی ہے اور عام صارفین پر بوجھ پڑتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تاجروں کے اِس عمل کو گناہ قرار دیا اور اِس سے سختی سے منع فرمایا۔ ایسا کرنے والوں کو اللہ کی طرف

سے پھٹکار اور رحمت و برکت سے محرومی کی وعید سنائی۔ اِس کے برعکس جو تاجر دور دراز سے ضروریاتِ زندگی لا کر عوام الناس کو فراہم کرنے کی مشقت اٹھاتا ہے اُسے اللہ کی طرف سے رزق عطا کرنے کی بشارت دی۔ آپ ﷺ کی طرف سے دیے گئے احکامات کا مقصد یہ ہے کہ عوام اور خاص طور پر کم آمدنی والوں کو زندگی گزارنا دشوار نہ ہو۔ تجارت پیشہ اور دولت مند طبقہ زیادہ نفع اندوزی اور اپنی دولت میں اضافہ کے بجائے عوام کی سہولت کو پیش نظر رکھے۔ اِس مقصد کے لیے کم نفع پر قناعت کر کے اللہ کی رضا اور رحمت اور آخرت کا اجر حاصل کرے۔ اگر ایمان و یقین نصیب ہو تو بلاشبہ اِس سے زیادہ نفع بخش تجارت اور کوئی نہیں۔

قیمتوں پر کنٹرول کا مسئلہ

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ غَلَا السِّعْرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ سَعِّرْ لَنَا فَقَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسَعِّرُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الرَّازِقُ وَاِنِّیْ لَاَرْجُو اَنْ اَلْقٰی رَبِّیْ وَلَيْسَ اَحَدٌ مِّنكُمْ يَطْلُبُنِیْ بِمَظْلِمَةٍ فِیْ دَمٍ وَلَا مَالٍ)) (رواه الترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں (ایک دفعہ) مہنگائی بڑھ گئی، تو لوگوں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت آپ ﷺ نرخ مقرر فرما دیں (اور تاجروں کو اِس کا پابند کر دیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”نرخ کم و بیش کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ وہی تنگی یا فراخی کرنے والا ہے، وہی سب کا روزی رساں ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اِس حال میں ملوں کہ کوئی مجھ سے جان و مال کے ظلم اور حق تلفی کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو۔“

تشریح: ضروریاتِ زندگی کے حوالے سے مہنگائی کبھی قدرتی اسباب مثلاً قحط اور پیداوار کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے اور کبھی تاجروں کی طرف سے پیدا کی گئی مصنوعی قلت کی وجہ سے۔ اِس حدیثِ مبارکہ میں محسوس ہوتا ہے کہ اُس مہنگائی کا ذکر ہے جو قدرتی اسباب کی پیدا کی ہوئی تھی۔ اُس میں تاجروں کی نفع اندوزی کا دخل نہیں تھا۔ اِس لیے آپ ﷺ نے قیمتوں پر پابندی لگانے کو مناسب نہیں سمجھا۔ اندیشہ ظاہر فرمایا کہ کہیں اِس طرح کے اقدام سے تاجروں پر زیادتی اور اُن کی حق تلفی نہ ہو جائے۔

البتہ اگر حاکمِ وقت یقین کے ساتھ محسوس کرے کہ تاجروں کی طرف سے عام صارفوں پر زیادتی ہو رہی ہے اور افہام و تفہیم اور نصیحت سے تاجر اپنے رویہ کی اصلاح نہیں کرتے تو وہ قیمتیں مقرر کر کے اُن کی پابندی کرا سکتا ہے۔ امام مالکؒ نے مؤطا میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مدینہ کے بازار میں حاطب بن ابی بلتعہؓ کو دیکھا کہ وہ خشک انگور یعنی منقیٰ ایسے نرخ پر فروخت کر رہے ہیں جو حضرت عمرؓ کے نزدیک نامناسب حد تک گراں ہے۔ آپؓ نے اُن سے فرمایا: اِمَّا اَنْ تَزِیْدَ فِی السِّعْرِ وَاِمَّا اَنْ تُرْفَعَ مِنْ سُوْقِنَا (یا تو تم قیمت مناسب حد تک کم کرو اور یا پھر اپنا مال ہمارے بازار سے اٹھا لو)۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت انسؓ سے مروی اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ تاجروں کو ظالمانہ نفع اندوزی کی چھوٹ دینا تو فساد فی الارض اور اللہ کی مخلوق پر تباہی لانا ہے۔

خرید و فروخت کا معاملہ فسخ کرنے کا اختیار

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْمُتَبَایِعَانِ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا بِالْخِیَارِ عَلٰی صَاحِبِهٖ مَا لَمْ یَتَفَرَّقَا اِلَّا بَیْعَ الْخِیَارِ)) (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''معاملہ بیع کے دونوں فریقوں کو (فسخ کرنے کا) اختیار ہے جب تک کہ وہ جدا نہ ہوں، سوائے خیارِ شرط والی بیع کے۔''

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اَلْبَیِّعَانِ بِالْخِیَارِ مَالَمْ یَتَفَرَّقَا اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ صَفْقَةَ خِیَارٍ وَلَا یَحِلُّ لَهٗ اَنْ یُفَارِقَ صَاحِبَهٗ خَشْیَةَ اَنْ یَّسْتَقِیْلَهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خریدار اور فروخت کرنے والے دونوں فریقوں کو اُس وقت تک اختیار رہے جب تک باہم جدا نہ ہوں (اِس کے بعد اختیار نہیں) سوائے اِس صورت کے کہ (شرط لگا کے) اختیار طے کر لیا گیا ہو۔

کسی فریق کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ دوسرے کی طرف سے فسخ کے اندیشہ کی وجہ سے معاملہ سے جدا ہو۔"

تشریح: خرید وفروخت کے معاملہ میں اگر دونوں فریق (بیچنے والا اور خریدار) یا دونوں میں سے کوئی ایک یہ شرط طے کر لے کہ ایک دن یا دو تین دن تک مجھے اختیار ہوگا کہ میں چاہوں تو اِس معاملہ کو فسخ کر دوں، تو یہ شرعاً جائز ہے اور شرط عائد کرنے والے فریق کو فسخ کر دینے کا اختیار ہوگا۔ فقہ کی اصطلاح میں اِسے "خیارِ شرط" کہا جاتا ہے۔ اِن احادیثِ مبارکہ میں رہنمائی دی گئی کہ اگر کسی فریق کی طرف سے بھی فسخ کرنے کے اختیار کی شرط نہیں لگائی گئی ہے تو معاملہ فسخ کرنے کا اختیار صرف اُس وقت تک ہے جب تک دونوں فریق جدا نہ ہوں۔ اگر کوئی ایک فریق بھی اُس جگہ سے ہٹ جائے اور علیحدہ ہو جائے تو یہ اختیار ختم ہو جائے گا۔ البتہ بعض فقہاء کے نزدیک یہاں علیحدگی سے مراد جگہ کی علیحدگی نہیں بلکہ قولی علیحدگی ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک بات بالکل ختم اور طے نہ ہو جائے اُس وقت تک ہر فریق کو اختیار ہے کہ وہ اپنی پیش کش واپس لے لے۔ جب بات طے اور ختم ہوگئی تو اب فسخ کا اختیار بھی ختم ہو گیا۔ ہاں باہمی رضا مندی سے دونوں فریق اگر چاہیں تو معاملہ فسخ کیا جا سکتا ہے۔ البتہ فریقین میں سے کوئی بھی اِس خطرہ اور گمان کی وجہ سے الگ اور جدا نہ ہو کہ کہیں دوسرا فریق اپنی بات واپس لے کر معاملہ فسخ کر دے گا۔ اگر باہم معاملہ کیا ہے تو اب ایک دوسرے پر اعتماد بھی کرنا چاہیے۔

خیارِ عیب، یعنی عیب کی وجہ سے معاملہ فسخ کرنے کا اختیار

✪ عَنْ عَائِشَةَ ؓ اَنَّ رَجُلاً اِبْتَاعَ غُلَامًا فَاَقَامَ عِنْدَهٗ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يُّقِيْمَ ثُمَّ وَجَدَ بِهٖ عَيْبًا فَخَاصَمَهٗ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَرَدَّهٗ عَلَيْهِ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدِ اسْتَغَلَّ غُلَامِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ((اَلْخِرَاجُ بِالضَّمَانِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے سے ایک غلام خریدا اور وہ اُس کے پاس رہا جب تک اللہ نے چاہا کہ اُس کے پاس رہے۔ پھر اُسے معلوم ہوا کہ غلام میں ایک عیب ہے، تو وہ شخص اِس معاملہ کو لے کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور

آپ ﷺ سے فیصلہ چاہا تو آپ ﷺ نے (اُس عیب کی بنیاد پر) غلام واپس کر دینے کا فیصلہ فرما دیا۔ مدعا علیہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اِس بھائی نے (اتنے دن تک) میرے غلام سے کام لیا ہے اور فائدہ اٹھایا ہے (لہٰذا مجھے اِس کا معاوضہ ملنا چاہیے)۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''نفع کا مستحق وہی ہے جو نقصان کا ضامن ہے''۔

تشریح: اِس روایت سے دو باتوں کی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ پہلی یہ کہ اگر خریدی ہوئی چیز میں کوئی عیب نکل آئے (جس کی وجہ سے اُس کی قیمت اور حیثیت کم ہو جائے) تو یہ ثابت ہو جانے پر کہ یہ عیب خرید و فروخت کے معاملے سے پہلے کا ہے، خریدار کو معاملہ فسخ کر دینے اور خریدی ہوئی چیز واپس کر کے اپنی ادا کی ہوئی قیمت واپس لینے کا اختیار ہے۔ اِس اختیار کو ''خیارِ عیب'' کہا جاتا ہے۔ دوسری بات ایک اصولی رہنمائی ہے کہ نفع کا مستحق وہی ہوتا ہے جو نقصان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اگر بالفرض غلام خریدنے والے کے پاس یہ غلام مر جاتا یا کسی حادثہ سے اُس کا کوئی عضو ٹوٹ پھوٹ جاتا تو یہ نقصان خریدار ہی کا ہوتا۔ اِس لیے سودا فسخ ہونے سے پہلے غلام سے جو فائدہ خریدار نے اٹھایا، وہ اُس کا حق تھا، لہٰذا اِس فائدہ کے معاوضے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بیع کا معاملہ مکمل ہو جانے کے بعد فسخ اور واپسی

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا اَقَالَهُ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو بندہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو بیچی ہوئی چیز واپس لینے پر یا خریدی ہوئی چیز واپس کرنے پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے گناہ بخش دے گا''۔

تشریح: بعض اوقات دو فریقوں کے درمیان کسی چیز کی بیع کا معاملہ ہوتا ہے اور لین دین بھی ہو جاتا ہے لیکن اُس کے بعد کوئی ایک فریق اپنی مصلحت سے معاملہ فسخ کرنا چاہتا ہے۔ مثلاً خریدار، خریدی ہوئی چیز واپس کرنا چاہتا ہے یا بیچنے والا اپنی چیز واپس لینا چاہتا ہے۔ شریعت کی زبان میں اِس صورت کو ''اِقالہ'' کہا جاتا ہے۔ قانونِ شریعت کی رُو سے دوسرا فریق مجبور نہیں ہے

کہ وہ فسخ کے لیے راضی ہو۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اِس ارشاد میں اخلاقی انداز اختیار کرتے ہوئے معاملہ کو فسخ کرنے کی ترغیب دی ہے اور اِسے بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے۔ کسی چیز کو خرید کر واپس کرنا یا بیچ کر واپس لینا آدمی اُس وقت چاہتا ہے جب وہ محسوس کرتا ہے کہ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے اِس معاملہ میں نقصان اٹھایا اور دوسرا فریق نفع میں رہا۔ اِس صورت میں دوسرے فریق کا معاملہ کو فسخ کرنے پر راضی ہو جانا بلاشبہ ایثار ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے اِس ایثار کی طرف راغب کرتے ہوئے ایسا کرنے والے کو بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے بدلے قیامت میں اُس کے گناہوں سے درگزر فرمائے گا۔ بلاشبہ یہ بڑا نفع بخش سودا ہے۔

سوداگروں کو قسمیں کھانے کی ممانعت

✪ عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((اِيَّاكُمْ وَكَثْرَةَ الْحَلْفِ فِي الْبَيْعِ فَاِنَّهٗ يُنَفِّقُ ثُمَّ يَمْحَقُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بیع وفروخت میں زیادہ قسمیں کھانے سے بہت بچو، کیونکہ اِس سے (اگرچہ بالفعل) دکانداری خوب چل جاتی ہے، لیکن بعد میں یہ برکت کھو دیتی ہے۔

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں تاجروں اور دکانداروں کو زیادہ قسمیں کھانے کی بری عادت سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ بہت زیادہ قسمیں کھا کر گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنا، خواہ قسمیں سچی ہی کیوں نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے باعظمت نام کا بہت نامناسب استعمال ہے۔ زیادہ قسمیں کھانے سے شاید وقتی فائدہ ہو لیکن درحقیقت یہ عمل بے برکتی کا موجب ہوتا ہے۔

تجارت کے دوران ہونے والی خطاؤں کا کفارہ

✪ عَنْ قَيْسِ بْنِ غَرَزَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ مَرَّبِنَا النَّبِیُّ ﷺ فَقَالَ: ((يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ)) (رواہ ابوداؤد)

قیس بن غرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ہمارے قریب سے گزرے اور ارشاد فرمایا: ”اے تجاروں کی جماعت! تجارت کے دوران بے فائدہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں اور

قسمیں بھی کھائی جاتی ہے تو (کفارہ کے طور پر) اُس کے ساتھ صدقہ ملا دیا کرو۔"

تشریح : سودا بیچنے اور گاہک کو خریداری پر آمادہ کرنے کے لیے بہت سے تاجر قسمیں کھاتے ہیں اور بعض ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کے نزدیک لایعنی اور ناپسندیدہ ہوتی ہیں۔ اِن کا کفارہ ادا کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ نے تاجروں کو ترغیب دی کہ وہ اللہ کی راہ میں صدقہ (یعنی مستحقین کی خدمت واعانت) کو اپنے کاروبار میں شامل کرلیں۔ ان شاء اللہ یہ عمل حُبِ مال کی اُس بیماری کا علاج بھی ہے جو کاروباری لوگوں سے ناپسندیدہ باتیں اور غلط کام کراتی ہے۔

تاجروں کے لیے لرزادینے والی وعید

✪ عَنْ رِفَاعَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((إِنَّ التُّجَّارَ يُبْعَثُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فُجَّارًا إِلَّا مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ وَبَرَّ وَصَدَقَ)) (رواہ الترمذی)

حضرت رفاعہ بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تاجر لوگ روزِ قیامت فاجر اور نافرمان اٹھائے جائیں گے سوائے اُن کے جنہوں نے (اپنی تجارت میں) اللہ کے خوف، نیکی اور سچائی کا رویہ اختیار کیا۔"

تشریح :اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں اُن تاجروں کے لیے بڑی سخت وعید ہے جو احکامِ شریعت سے آزاد ہو کر تجارت کرتے ہیں۔ حلال وحرام کی تمیز کیے بغیر جس طرح بھی ہو سکے اپنی دولت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے تاجر قیامت کے دن مجرموں کی حیثیت سے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جائیں گے۔ اِس کے برعکس سچائی اور دیانت داری کے ساتھ تجارت کرنے والے تاجر روزِ قیامت انبیاءؑ، صدیقین اور شہداء کرام کے ساتھ ہوں گے (ترمذی)۔"

مکان یا جائیداد کی فروخت کے بارے میں ایک مشفقانہ ہدایت

✪ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ حُرَيْثٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنْ بَاعَ دَارًا اَوْ عَقَارًا فَلَمْ يَجْعَلْ ثَمَنَهٗ فِيْ مِثْلِهٖ كَانَ قَمِنًا أَنْ لَّا يُبَارَكَ فِيْهِ)) (رواہ ابن ماجہ)

حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے: "تم میں سے کوئی اپنا گھر یا جائیداد بیچے پھر اگر وہ اُس کی قیمت کو اِسی طرح کی

کسی جائیداد میں نہ لگا دے تو وہ اِسی لائق ہے کہ اُس کے اِس عمل میں برکت اور فائدہ نہ ہو۔"

تشریح : مکان، باغ یا زرعی زمین جیسے غیر منقولہ اثاثہ جات کی یہ خصوصیت ہے کہ اُن کو کوئی چرا نہیں سکتا ہے اور نہ ہی اُن پر اُس طرح کے دوسرے حوادث آسکتے ہیں جو اموالِ منقولہ پر آتے ہیں۔ اِس لیے دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر کسی خاص ضرورت اور مصلحت کے اِن اثاثہ جات کو فروخت نہ کیا جائے۔ اگر فروخت کرنا پڑے تو بہتر یہ ہوگا کہ اُس قیمت سے کوئی غیر منقولہ جائیداد ہی خریدی جائے۔ یہ ہے وہ شفقت بھرا مشورہ جو رسول اللہ ﷺ نے امت کو اپنے اِس مبارک ارشاد میں دیا ہے۔ آپ ﷺ کے اِس ارشاد کی حیثیت ایک مشفقانہ ہدایت اور مشورہ کی ہے اور یہ شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اُمتیوں کو آپ ﷺ کے اِس طرح کے مشفقانہ مشوروں پر بھی عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

شراکت داروں کو باہم دیانت داری کی تاکید

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ رَفَعَهٗ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ یَقُوْلُ اَنَا ثَالِثُ الشَّرِیْکَیْنِ مَالَمْ یَخُنْ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ فَاِذَا خَانَهٗ خَرَجْتُ مِنْ بَیْنِهِمَا (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: "جو دو آدمی کاروبار میں شرکت کریں تو تیسرا اُن کے ساتھ میں ہوتا ہوں (یعنی میری رحمت اور برکت اُن کے ساتھ ہوتی ہے) اُس وقت تک جبکہ اُن میں سے کوئی اپنے شریک کے حق میں خیانت اور بد دیانتی نہ کرے۔ پھر جب کسی شریک کی طرف سے خیانت اور بد دیانتی کا صدور ہوتا ہے تو میں اُن سے الگ ہو جاتا ہوں (اور وہ میری رحمت اور برکت سے محروم ہو جاتے ہیں)۔"

تشریح : یہ ارشادِ مبارک "حدیثِ قدسی" ہے کیونکہ اِس میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے۔ اِس ارشاد کے مطابق تجارت اور کاروبار میں شراکت داری نہ صرف جائز بلکہ باعثِ رحمت و برکت ہے۔ البتہ یہ رحمت و برکت صرف اُس وقت تک ہے جب تک دونوں شراکت دار باہم دیانت داری کا معاملہ کریں۔ اگر کوئی ایک فریق بھی خیانت کا مرتکب ہوتا ہے تو

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی رحمت و برکت ختم ہو جاتی ہے۔ دنیا کے وقتی اور گھٹیا مفاد کی خاطر اللہ کی عظیم رحمت و برکت کی سعادت سے محرومی بہت بڑی بدنصیبی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی بدنصیبی سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

خرید و فروخت میں کسی کو وکیل بنانا جائز ہے

✪ عَنْ عُرْوَةَ الْبَارِقِيِّ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم اَعْطَاهُ دِيْنَارًا يَشْتَرِيْ لَهٗ شَاةً فَاشْتَرٰى لَهٗ شَاتَيْنِ فَبَاعَ اِحْدَاهُمَا بِدِيْنَارٍ فَاَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِدِيْنَارٍ وَشَاةٍ فَدَعَا لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بِالْبَرَكَةِ قَالَ فَكَانَ لَوِ اشْتَرَى التُّرَابَ لَرَبِحَ فِيْهِ

(رواہ ابن ماجہ)

حضرت عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو ایک دینار دیا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری خرید لائیں۔ وہ گئے اور اُنہوں نے اُس ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں۔ پھر اُن میں سے ایک بکری ایک دینار کی بیچ دی اور واپس آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (پورا واقعہ سنا کر) ایک دینار بھی پیش کر دیا اور بکری بھی۔ اِس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔ راوی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اِس دعا کی برکت سے اُن کا حال یہ تھا کہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تو اُس میں بھی اُنہیں نفع ہو جاتا۔

تشریح: عروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ نے بکریوں کی خرید و فروخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل کی حیثیت سے کی تھی۔ اِس سے معلوم ہوا کہ خرید و فروخت کے لیے کسی کو وکیل بنانا جائز ہے۔ اُنہوں نے خریدی ہوئی دو بکریوں میں سے ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے بغیر فروخت کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے اِس فعل کو غلط اور خلافِ شریعت قرار نہیں دیا بلکہ تحسین فرمائی اور دعا دی۔ اِس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وکیل اپنے مؤکل کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر بھی فروخت کر سکتا ہے اور اگر مؤکل اُس کو قبول کر لے تو وہ بیع جائز اور نافذ ہو گی۔

مزدوری کے بارے میں رہنمائی

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَا بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا اِلَّا رَعَى الْغَنَمَ)) فَقَالَ اَصْحَابُهُ وَاَنْتَ؟ فَقَالَ: ((نَعَمْ كُنْتُ اَرْعَاهَا عَلٰى قَرَارِيْطَ لِاَهْلِ مَكَّةَ)) (رواه البخاری)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب نے بکریاں چرائی ہیں۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا اور حضرت آپ نے؟ فرمایا: ''ہاں میں نے بھی بکریاں چرائی ہیں، میں چند قیراط پر اہلِ مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔''

نبی اکرم ﷺ کا بکریاں چرانے کا واقعہ غالباً ابتدائی عمر کا ہے۔ جب آپ ﷺ اپنے چچا ابوطالب کے ساتھ رہتے تھے تو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لیے مکہ والوں کی بکریاں چراتے تھے۔ اِس کے عوض آپ ﷺ کو چند قیراط مل جاتے تھے۔ بکریاں چرانا بڑا صبر آزما کام ہے۔ اِس سے انسان کی بڑی تربیت ہوتی ہے۔ غرور اور تکبر جیسے رزائل کا علاج ہوتا ہے۔ صبر کرنے اور غصہ پینے کی عادت پڑتی ہے۔ مزاج میں شفقت اور نرمی پیدا کرنے کی مشق ہوتی ہے۔ لہٰذا بکریاں چرانا ایک ایسا محبوب عمل ہے جو انبیاءؑ کی سنت اور انسان کی کردار سازی کے لیے بڑا مفید ہے۔

✪ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَعْطُوا الْاَجِيْرَ اَجْرَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّجِفَّ عَرَقُهٗ)) (رواه ابن ماجه)

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اُس کی مزدوری ادا کر دیا کرو۔''

تشریح: اِن احادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مزدوری لے کر کام کرنا یا کسی کو مزدوری دے کر کام کروانا جائز ہے۔ تلقین کی گئی کہ مزدور جب تمہارا کام پورا کر دے تو اُس کی مزدوری فوراً ادا کر دی جائے اور اِس میں تاخیر نہ کی جائے۔

بٹائی پر زمین دینا

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ ؓ قَالَ اَعْطٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ خَيْبَرَ الْيَهُوْدَ اَنْ يَّعْمَلُوْهَا

وَيَزْرَعُوهَا وَلَهُمْ شَطْرُ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا (رواہ البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (فتحِ خیبر کے بعد) خیبر کی زمین، وہاں کے یہودیوں کے سپرد کردی اور اِس شرط پر کہ وہ محنت کریں اور کاشت کریں اور پیداوار کا نصف حصہ اُن کا ہو۔

تشریح: بٹائی کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کسی کے حوالے کردے کہ وہ اُس میں کاشت کرے اور پیداوار کا ایک طے شدہ حصہ زمین کے مالک کو دے دیا کرے۔ اِس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بٹائی کا معاملہ جائز ہے۔ دیگر روایات میں اِس کا بھی ذکر ہے کہ کاشت والی زمینوں کے علاوہ خیبر کے نخلستان بھی رسول اللہ ﷺ نے اِس شرط پر وہاں کے یہودیوں کے سپرد کردیے تھے کہ وہ پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو ادا کریں گے۔

استعمال کے لیے کوئی چیز مانگنا

✪ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ يَقُولُ كَانَ فَزَعٌ بِالْمَدِيْنَةِ فَاسْتَعَارَ النَّبِيُّ ﷺ فَرَسًا مِنْ اَبِي طَلْحَةَ يُقَالُ لَهُ الْمَنْدُوْبُ فَرَكِبَ فَلَمَّا رَجَعَ قَالَ ((مَارَاَيْنَا مِنْ شَيْءٍ وَاِنْ وَّجَدْنَاهُ لَبَحْرًا)) (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ (غالباً دشمن کے لشکر کی آمد کے شبہ کی بنا پر) مدینہ میں گھبراہٹ پیدا ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے اُن کا گھوڑا عاریتاً مانگا جس کو ''مندوب'' یعنی سست رفتار کہا جاتا تھا۔ پھر آپ ﷺ اُس پر سوار ہوکر اُس جانب تشریف لے گئے جہاں سے خطرہ کا شبہ تھا۔ پس جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو فرمایا: ''ہم نے کچھ نہیں دیکھا (یعنی کوئی خطرہ والی بات نظر نہیں آئی) اور ہم نے اُس (ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے) کو بحرِ رواں پایا۔''

تشریح: زندگی کے روزمرہ کے معمولات میں اِس کی ضرورت پڑتی رہتی ہے کہ کسی مقصد کے لیے کسی سے کوئی چیز بغیر اجرت کے استعمال کے لیے مانگ لی جائے اور مقصد پورا ہوجانے پر واپس کر دی جائے۔ ایسا کرنا جائز ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ بھی ایسا کرتے رہے ہیں۔ اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے ایک موقع پر آپ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے کر اُس پر

سواری کی۔ پھر جو فرد کسی ضرورت مند کو اِس طرح سے کوئی شے استعمال کے لیے دیتا ہے وہ دراصل ایک بھائی کی اعانت اور امداد کرتا ہے اور بلاشبہ بڑے اَجر وثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

ضمنی طور پر یہ روایت رسول اللہ ﷺ کی ذاتی شجاعت اور احساس ذمہ داری کی امتیازی صفات کو بھی ظاہر کر رہی ہے۔ خطرہ کے موقع پر آپ ﷺ تحقیق کے لیے تن تنہا تشریف لے گئے اور واپس آ کر لوگوں کو امن و اطمینان کی خبر دی۔ اِسی طرح یہ بات آپ ﷺ کی ذات بابرکت کا مظہر ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا وہ گھوڑا جو اتنا سست رفتار تھا کہ لوگوں نے اُس کا نام ہی ''مندوب'' (سست رفتار) رکھ دیا تھا، آپ ﷺ کی سواری کا شرف حاصل کر کے ایسا تیز رَو اور سبک رفتار ہو گیا کہ آپ ﷺ نے اُسے ''بحرِ رواں'' قرار دیا۔

✪ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِسْتَعَارَ مِنْهُ اَدْرَاعًا يَوْمَ حُنَيْنٍ فَقَالَ اَغَصْبٌ يَا مُحَمَّدُ ؟ قَالَ: ((بَلْ عَارِيَةٌ مَّضْمُوْنَةٌ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر اُن کی زرہیں (جنگ میں استعمال کے لیے) اُن سے مانگیں تو صفوان نے (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کہا کہ کیا آپ (فاتح کی حیثیت سے میری زرہیں) غصب کے طور پر (زبردستی) لینا چاہتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ عارضی طور پر (لینا چاہتا ہوں) جس کی واپسی کی ذمہ داری ہے۔''

تشریح: صفوان بن امیہ مکہ کے سردار اور رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمنوں میں تھے۔ ۸ ہجری میں جب مکہ فتح ہو گیا اور وہاں رسول اللہ ﷺ فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو صفوان مکہ سے فرار ہو گئے۔ اُن سے تعلق رکھنے والے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے اُن کے حق میں امان کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے یہ درخواست قبول فرمالی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اُن کو تلاش کر کے مکہ واپس لے آئے، لیکن وہ اپنے کفر پر قائم رہے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ سے فارغ ہو کر حنین کا قصد کیا تو مکہ کے ایسے بہت سے لوگ بھی آپ ﷺ کی اجازت سے اِس سفر میں شامل ہو گئے جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اُن میں صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اِسی موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اُن سے آہنی زرہیں عاریتاً مانگی تھیں۔ اُن کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اب میری زرہیں غصب

اور ضبط کرلی جائیں گی اور مجھے واپس نہیں ملیں گی۔ جب اُنہوں نے اپنے شبہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے اُنہیں اطمینان دلادیا کہ یہ زرہیں تم سے صرف عاریت کے طور پر مانگی جارہی ہیں اور اِن کی واپسی کی ذمہ داری ہے۔ اُنہوں نے وہ زرہیں آپ ﷺ کے حوالہ کردیں۔

غزوۂ حنین کے اِس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر اور آپ ﷺ کے طور طریقوں اور خاص کر اپنے جیسے قدیمی اور خون کے پیاسے دشمن کے ساتھ آپ ﷺ کا غیر معمولی حسنِ سلوک دیکھ کر اُنہیں آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کا یقین حاصل ہوگیا اور اُنہوں نے اسلام قبول کرلیا۔

✪ عَنْ اَبِی اُمَامَۃَ ؓ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ: ((اَلْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ وَالْمِنْحَۃُ مَرْدُوْدَۃٌ وَالدَّیْنُ مَقْضِیٌّ وَالزَّعِیْمُ غَارِمٌ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ باہلی ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ ارشاد فرمارہے تھے: استعمال کے لیے لی گئی چیز لازماً واپس کی جائے گی اور جو چیز فائدہ اٹھانے کے لیے دی گئی ہو وہ فائدہ اٹھا کر مالک کو لوٹائی جائے گی اور لیا گیا قرض ادا کرنا ہوگا اور کفالت کرنے والا ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔"

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں چار احکامِ شریعت بیان کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر اپنی ضرورت اور استعمال کے لیے کسی کی کوئی چیز عاریت کے طور پر لی جائے تو اِس کا واپس کرنا لازم ہے۔ دوسرا حکم یہ ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو اپنی کوئی شے فائدہ اٹھانے کے لیے دے تو پھر دوسرے شخص پر لازم ہے کہ فائدہ اُٹھانے کے بعد وہ شے مالک کو لوٹا دے۔ عرب میں رواج تھا کہ فیاض اور فراخ دل لوگ جن کو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا اپنی ملکیت کی کوئی چیز صرف فائدہ اٹھانے اور استعمال کرنے کے لیے دوسرے کسی بھائی کو دے دیتے تھے۔ بلاشبہ یہ بڑا مبارک رواج تھا لیکن اب اِس طرح کی ساری خوبیاں اور نیکیاں اٹھتی اور مٹتی جارہی ہیں۔ خودغرضی اور نفسانفسی کا دور دورہ ہے۔ تیسرا حکم اِس حدیث میں یہ بیان فرمایا گیا کہ جس کسی نے اللہ کے کسی بندہ سے قرض لیا ہو وہ اُس کے ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ چوتھا حکم یہ بیان فرمایا گیا کہ کسی شخص کے ذمہ اگر کسی دوسرے کا قرض یا کسی قسم کا مالی حق ہو اور کوئی اُس کا کفیل اور ضامن بن جائے تو وہ ادائیگی کا ذمہ دار ہے۔ یعنی اگر بالفرض اصل فریق قرض یا حق ادا نہ کرے تو اُس کفیل اور ضامن کو ادا کرنا پڑے گا۔

کسی دوسرے کی چیز ناحق لے لینا

✪ عَنْ اَبِی حُرَّۃَ الرَّقَاشِیِّ عَنْ عَمِّہٖؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ :((لَا یَحِلُّ مَالُ امْرِیءٍ مُسْلِمٍ اِلَّا عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ)) (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت ابوحرہ رَقاشی اپنے چچا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’کسی مسلمان بھائی کی ملکیت کی کوئی چیز اُس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا حلال اور جائز نہیں ہے۔‘‘

✪ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیہِؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم :((مَنْ اَخَذَ شَیْئًا مِّنَ الْاَرْضِ بِغَیْرِ حَقِّہٖ خُسِفَ بِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اِلٰی سَبْعِ اَرْضِیْنَ)) (رواہ البخاری)

حضرت سالم اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن وہ اُس زمین کی وجہ سے (اور اُس کی سزا میں) زمین کے ساتوں طبق تک دھنسا دیا جائے گا۔‘‘

✪ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَیْنٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ :((مَنِ انْتَھَبَ نُھْبَۃً فَلَیْسَ مِنَّا)) (رواہ الترمذی)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’’جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں۔‘‘

تشریح : اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت اور عرف میں اُس کو بیع وشراء (خرید وفروخت) کہا جاتا ہے۔ اگر اجرت یعنی کرایہ یا معاوضہ دے کر کسی کی چیز استعمال کی جائے تو شریعت اور عرف میں وہ ’’اجارہ‘‘ ہے۔ اگر بغیر کسی معاوضہ یا کرایہ کے کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کے لیے لی جائے اور استعمال کے بعد واپس کر دی جائے تو وہ عاریت ہے۔ یہ سب صورتیں جائز اور صحیح ہیں۔

کسی دوسرے کی چیز لے لینے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اُس کی مرضی کے بغیر زبردستی اور ظالمانہ طور پر اُس چیز پر قبضہ کر لیا جائے۔ شریعت کی زبان میں اِسے غصب کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے

ارشاد کے مطابق غصب حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔ آپ ﷺ کے دوسرے ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی زمین کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی ناحق غصب کیا تو قیامت کے دن اُس گناہ کی سزا میں وہ زمین میں آخری حد تک دھنسایا جائے گا۔ اللہ کی پناہ! تیسرے ارشاد میں وعید ہے کہ کسی کی چیز کا چھیننے اور غصب کرنے والا رسول اللہ ﷺ کی جماعت میں سے نہیں ہے۔ جس کو آپ ﷺ نے اپنے سے الگ اور دور کر دیا وہ بڑا محروم اور بد بخت ہے۔ اگر دل میں ایمان کا ذرہ بھی ہو تو یہ وعید انتہائی سخت ہے۔

✪ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيْدَ عَنْ اَبِيْهِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا يَاْخُذْ اَحَدُكُمْ عَصَا اَخِيْهِ لَاعِبًا اَوْ جَادًّا فَمَنْ اَخَذَ عَصَا اَخِيْهِ فَلْيَرُدَّهَا اِلَيْهِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت سائب بن یزید اپنے والد ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کی چھڑی بھی نہ لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ لینے کے ارادہ سے۔ پس اگر لے تو اُس کو واپس لوٹائے۔''

تشریح: اِس ارشادِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے تلقین فرمائی ہے کہ کسی بھائی کی چھڑی جیسی حقیر اور معمولی چیز بھی بغیر اُس کی مرضی اور اجازت کے نہ لی جائے۔ یہاں تک کہ ہنسی مذاق میں بھی نہ لی جائے۔ اگر غفلت یا غلطی سے لے لی ہو تو واپس لوٹا دی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ایسی معمولی چیز کا واپس کرنا کیا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ ﷺ کی اِن ہدایات کی اہمیت محسوس کرنے اور اِن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

✪ عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَاَصْحَابَهٗ مَرُّوْا بِامْرَاَةٍ فَذَبَحَتْ لَهُمْ شَاةً وَاتَّخَذَتْ لَهُمْ طَعَامًا فَاَخَذَ النَّبِيُّ ﷺ لُقْمَةً فَلَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّسِيْغَهَا فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((هٰذِهٖ شَاةٌ ذُبِحَتْ بِغَيْرِ اِذْنِ اَهْلِهَا)) فَقَالَتِ الْمَرْاَةُ يَانَبِيَّ اللّٰهِ اِنَّا لَا نَحْتَشِمُ مِنْ اٰلِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ وَلَا يَحْتَشِمُوْنَ مِنَّا نَاْخُذُ مِنْهُمْ وَيَاْخُذُوْنَ مِنَّا (رواہ احمد)

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے چند ساتھیوں کا گزر

ایک خاتون کی طرف ہوا۔ اُس نے اُن کے لیے ایک بکری ذبح کی اور اُن کے سامنے کھانا تیار کر کے پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اُس میں سے ایک لقمہ لیا مگر اُسے آپ ﷺ حلق سے نہیں اتار سکے۔ اِس پر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر لی گئی ہے۔'' اُس خاتون نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ ہم لوگ (اپنے پڑوسی) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے کوئی تکلف نہیں کرتے اور وہ ہم سے کوئی تکلف نہیں کرتے۔ ہم اُن کی چیز لے لیتے ہیں اور وہ ہماری چیز لے لیتے ہیں۔

تشریح: دعوت کرنے والی خاتون کے جواب سے معلوم ہوا ذبح کی جانے والی بکری پڑوس کے ایک گھرانے آلِ معاذ رضی اللہ عنہ کی تھی۔ باہمی اعتماد و تعلق کی وجہ سے اُن سے اجازت لیے بغیر بکری ذبح کر دی گئی اور اُس سے کھانا تیار کر کے آپ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ آپ ﷺ نے جب پہلا ہی لقمہ لیا تو طبیعت مبارک نے اُسے قبول نہیں کیا اور وہ حلق سے اتر ہی نہیں سکا۔ آپ ﷺ پر یہ منکشف کر دیا گیا کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ غور کیجیے کہ بکری نہ چرائی گئی تھی، نہ غصب کی گئی تھی، بلکہ باہمی بے تکلفی کی وجہ سے اجازت لیے بغیر ذبح کر لی گئی تھی۔ اِس کے باوجود اُس میں ایسی خباثت پیدا ہو گئی کہ آپ ﷺ اُسے حلق سے نہیں اتار سکے۔ اِس میں سبق ہے کہ دوسروں کی چیز بغیر اجازت لے لینے اور استعمال کرنے کے بارے میں ہمیں بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ اپنے خاص بندوں کو برائی کی ہر صورت سے محفوظ رکھتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک عورت نے دعوتِ گناہ دی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی اُس عورت کی طرف سے مائل ہونے سے حفاظت فرمائی اور سورہ یوسف آیت 24 میں ارشاد فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾

''اِس طرح سے ہم نے دور کر دیا اُن سے برائی کو اور بے حیائی کو۔ بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کی اِسی خاص الخاص عنایت کا ظہور تھا کہ مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی بکری کا ایک لقمہ بھی رسول اللہ ﷺ کے حلق سے نیچے نہ اتر سکا اور لقمہ منہ میں لے لینے کے باوجود وہ حلق کے قریب جا کر اٹک گیا۔

تحفہ دینا اور لینا

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر کسی دوسرے کا دل خوش کرنے اور اُس کے ساتھ اپنا تعلق خاص ظاہر کرنے کے لیے دیا جاتا ہے۔ یہ تمدنی زندگی میں کارِ خیر کی ایک ایسی صورت ہے جس کی نبی اکرم ﷺ نے اپنے ارشادات میں بڑی ترغیب دی ہے۔ اِس کی حکمت یہ بتائی ہے کہ اِس سے دلوں میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ یہ وہ نعمتیں ہیں جو انسان کے لیے بہت سی آفات سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں۔ افسوس ہے کہ امت میں باہم مخلصانہ ہدیوں کے لین دین کا رواج بہت ہی کم ہو گیا ہے۔ ہمیں نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اِس مبارک عمل کو پھر سے رواج دینے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اِس عمل کی برکات سے ہمارا معاشرہ فیضیاب ہو سکے۔

ہدیہ دلوں کی کدورت دور کر کے محبت پیدا کرتا ہے

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((تَهَادَوْا فَاِنَّ الْهَدِیَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ وَلَا تَحْقِرَنَّ جَارَةٌ لِجَارَتِهَا وَلَوْ شِقَّ فِرْسِنِ شَاةٍ))

(رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”آپس میں ہدیے تحفے دیا کرو، ہدیہ سینوں کی کدورت و رنجش دور کر دیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو ہدیہ کے لیے بکری کے کھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر اور کمتر نہ سمجھے۔“

تشریح: اِس ارشادِ نبوی ﷺ میں ایک محسوس ہونے والی حقیقت کا بیان ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ تحائف دینے سے باہمی رنجشیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں، دلوں میں قربت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے۔ اِس ارشاد سے یہ رہنمائی بھی ملی کہ ہدیہ دینے کے لیے ضروری نہیں کہ بہت بڑھیا ہی چیز پیش کی جائے۔ بالفرض اگر گھر میں بکری کے پائے پکے ہیں تو پڑوسن کو بھیجنے کے لیے اُس کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے وہی بھیج دیا جائے۔ اِسی طرح پڑوسن کو بھی چاہیے

کہ وہ اس ہدیہ کو خوشی کے ساتھ قبول کرے، اور اس کو اپنی توہین وتذلیل نہ سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہدیہ کا بدلہ دینا

✪ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيْبُ عَلَيْهَا (رواه البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اور دستور تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ قبول فرماتے تھے اور اُس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔

تشریح: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی محبت وخلوص کے ساتھ ہدیہ پیش کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے خوشی سے قبول فرماتے تھے۔ پھر ارشادِ باری تعالیٰ ''هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ'' (احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہو سکتا) کے مطابق اُس تحفہ دینے والے کو خود بھی تحفے سے نوازتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دیگر ارشادات میں امت کو بھی اِسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی اور اِسے مکارمِ اخلاق کا تقاضا قرار دیا۔

✪ عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: ((مَنْ اُعْطِيَ عَطَاءً فَوَجَدَ فَلْيَجْزِ بِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَلْيُثْنِ فَإِنَّ مَنْ اَثْنٰى فَقَدْ شَكَرَ وَ مَنْ كَتَمَ فَقَدْ كَفَرَ وَ مَنْ تَحَلّٰى بِمَا لَمْ يُعْطَهٗ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُوْرٍ)) (رواه الترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اُس کے پاس بدلہ میں دینے کے لیے کچھ موجود ہو تو وہ اُس کو دے دے، اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ اُس کی تعریف کرے، اور اُس کے حق میں کلمہ خیر کہے۔ جس نے ایسا کیا اُس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو اُس نے ناشکری کی۔ اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اُس صفت سے جو اُس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اُس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے فریب کے دو کپڑے پہنے۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ جس کو کسی محبت کی طرف سے تحفہ دیا جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ بھی جواب میں اگر ممکن ہو تو تحفہ پیش کرے۔ اگر اُس

کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو تحفہ دینے والے کی تحسین کرے، اُس کے حق میں کلمۂ خیر کہے اور اُسے اچھے اجر کی دعا دے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اِس کو بھی شکر سمجھا جائے گا۔ جو شخص تحفہ پانے کے بعد زبان سے اِس احسان کا ذکر تک نہ کرے تو وہ کفرانِ نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔ مزید ارشاد ہوا کہ بعض لوگ اپنی زبان یا طرزِ عمل یا خاص قسم کے لباس وغیرہ کے ذریعے ایسا روپ اختیار کرتے ہیں کہ سادہ لوح لوگ اُنہیں معززین میں شمار کرتے ہیں اور اُنہیں تحفہ دینا اپنے لیے سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ بہروپیے اپنے اندر وہ کمال (مثلاً عالم یا روحانی پیشوا ہونا) ظاہر کرتے ہیں جو اُن میں نہیں ہوتا۔ ایسے لوگ دھوکہ باز، فریبی اور مکار ہیں۔ وہ بدنصیب دنیا کے عارضی تحائف کے بدلہ آخرت کے دائمی عذاب کا سودا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

محسنوں کا شکریہ اور اُن کے لیے دعائے خیر

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ لَّمْ یَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْكُرِ اللّٰهَ)) (رواہ احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے احسان کرنے والے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا، اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔''

تشریح: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ جس بندے کے ہاتھ سے کوئی تحفہ ملے یا وہ کسی طرح کا بھی احسان کرے تو اُس کا شکریہ ادا کیا جائے اور اُس کے لیے کلمۂ خیر کہا جائے۔ اب جو ایسا نہیں کرتا وہ اللہ کی نافرمانی اور ناشکری کرتا ہے۔ غالباً یہی حدیثِ مبارکہ کا مدعا ہے۔ بعض شارحین نے اِس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جو احسان کرنے والے بندوں کا شکرگزار نہ ہوگا وہ ناشکری کی اِس عادت کی وجہ سے اللہ کا بھی شکرگزار نہ ہوگا۔

✪ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ صُنِعَ اِلَیْهِ مَعْرُوْفٌ فَقَالَ لِفَاعِلِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا فَقَدْ اَبْلَغَ فِی الثَّنَاءِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس آدمی پر کسی نے کوئی احسان کیا اور اُس نے اِس محسن کو یہ کہہ کر دعا دی کہ ''جَزَاكَ اللّٰهُ خَیْرًا'' (اللہ تعالیٰ تم کو اِس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) تو اُس نے (اِس دعائیہ کلمہ کے ذریعہ) محسن کی پوری

تعریف بھی کر دی۔"

تشریح: جب اللہ کا کوئی بندہ کسی احسان کرنے والے کے لیے دعا کرتا ہے کہ "جزاك الله خیرًا" (اللہ تعالیٰ تم کو اِس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے) تو گویا وہ اِس کا اظہار واعتراف کرتا ہے کہ میں اِس احسان کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں۔ بس میرا کریم پروردگار ہی تمھیں اِس کا اچھا بدلہ دے سکتا ہے۔ میں اُسی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تمہارے اِس احسان کا اپنی شانِ عالی کے مطابق بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اِس طرح اِس دعائیہ کلمہ میں نہ صرف محسن کی تعریف بلکہ اُس کے احسان کی قدر شناسی اور احسان کا بدلہ دینے کا پہلو بھی شامل ہے۔

✪ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ لَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ الْمَدِيْنَةَ اَتَاهُ الْمُهَاجِرُوْنَ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَارَاَيْنَا قَوْمًا اَبْذَلَ مِنْ كَثِيْرٍ وَلَا اَحْسَنَ مُوَاسَاةً مِنْ قَلِيْلٍ مِنْ قَوْمٍ نَزَلْنَا بَيْنَ اَظْهُرِهِمْ لَقَدْ كَفَوْنَا الْمُؤْنَةَ وَاَشْرَكُوْنَا فِي الْمَهْنَا حَتّٰى لَقَدْ خِفْنَا اَنْ يَّذْهَبُوْا بِالْاَجْرِ كُلِّهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ((لَا مَا دَعَوْتُمُ اللّٰهَ لَهُمْ وَاَثْنَيْتُمْ عَلَيْهِمْ)) (رواه الترمذی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے (اور مہاجرین نے انصار کی میزبانی اور اُن کے ایثار کا تجربہ کیا) تو ایک دن مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے کہیں ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسے یہ لوگ ہیں، جن کے ہاں آ کے ہم اترے ہیں (یعنی انصارِ مدینہ)۔ زیادہ ہو تو اُسے خوب (دریا دلی سے ہماری میزبانی پر) خرچ کرنے والے اور (کسی کے پاس) تھوڑا ہو تو اِس سے بھی ہماری غم خواری اور مدد کرنے والے۔ اُنہوں نے محنت ومشقت کی ساری ذمہ داری ہماری طرف سے بھی اپنے ذمہ لے لی ہے اور منفعت میں ہم کو شریک کر لیا ہے۔ (اُن کے اِس غیر معمولی ایثار سے) ہمیں اندیشہ ہے کہ سارا اجر وثواب اُنہی کے حصہ میں آ جائے (اور آخرت میں ہم خالی ہاتھ رہ جائیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "نہیں ایسا نہیں ہوگا جب تک اُس احسان کے عوض تم اُن کے حق میں دعا کرتے رہو گے اور اُن کے لیے کلمۂ خیر کہتے رہو گے۔"

تشریح: جب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھ بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ مکہ معظمہ

سے ہجرت فرما کے مدینہ طیبہ آئے تو انصارِ مدینہ نے اِن کی خوب نصرت فرمائی۔ کھیتی باڑی اور دوسرے کاموں میں خود محنت کرتے اور جو کچھ حاصل ہوتا اُس میں مہاجرین کو شریک کر لیتے۔ جو دولت مند تھے وہ پوری دریا دلی سے مہاجرین پر اپنی دولت بے دریغ خرچ کرتے۔ جو غربا تھے وہ بھی اپنا پیٹ کاٹ کر اُن کی خدمت اور مہمان داری کرتے۔ اِس صورتِ حال سے مہاجرین کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار کے اِس غیر معمولی ایثار و احسان کی وجہ سے ہماری ہجرت اور عبادات وغیرہ کا ثواب بھی ہمارے اِنہی محسن میزبانوں کے حصہ میں آجائے اور ہم خسارہ میں رہیں۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنا یہ خدشہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ ایسا نہ ہوگا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ تم دل و زبان سے اُن کے احسان کا اعتراف اور شکر گزاری کرتے رہو۔ اُن کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اتنے ہی عمل کو اُن کے احسانات کے بدلے اور شکریے کے طور پر قبول فرمائے گا اور تمھیں اُن کے احسانات و ایثار کا پورا بدلہ ادا کرنے کا اجر اپنے خزانۂ کرم سے عطا فرمائے گا۔

وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے

✪ عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((مَنْ عُرِضَ عَلَیْہِ رَیْحَانٌ فَلَا یَرُدُّہٗ فَاِنَّہٗ خَفِیْفُ الْمَحْمَلِ طَیِّبُ الرِّیْحِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس کسی کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اُسے چاہیے کہ ہرگز اُس تحفہ کو رد نہ کرے، کیونکہ وہ بظاہر بہت ہلکی چیز ہے لیکن اُس کی خوشبو باعثِ فرحت ہے۔“

تشریح: پھول جیسی کم قیمت چیز قبول کرنے سے اگر انکار کیا جائے تو ممکن ہے کہ پیش کرنے والے کو خیال ہو کہ میری چیز کم قیمت ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی گئی اور اِس سے اُس کی دل شکنی ہو۔ نبی اکرم ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کی دل شکنی ہو۔ لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے اِس ارشاد اور دیگر ارشادات میں بھی تلقین کی کہ جس کو خوشبودار پھول کا ہدیہ دیا جائے وہ واپس نہ کرے۔ آپ ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں خوشبودار پھول کو جنت کا تحفہ قرار دیا۔ روایات میں یہ بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے۔

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((ثَلٰثٌ لَا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّھْنُ وَاللَّبَنُ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین چیزیں (بالخصوص) ایسی ہیں جن کو رد نہیں کرنا چاہئے قبول ہی کر لینا چاہئے، تکیہ، تیل اور دودھ۔''

تشریح: اِن تینوں چیزوں کی خصوصیت یہ ہے کہ دینے والے پر اِن کا زیادہ بار نہیں پڑتا۔ جس کو دی جائیں وہ اُنہیں استعمال کر کے اُن سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اِس سے دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے۔ جو بھی چیزیں اِس حیثیت کی ہوں، اُن کا ہدیہ قبول کر لینا چاہیے اور لوٹانا نہیں چاہیے۔

ہدیہ دے کر واپس لینا بڑی مکروہ بات ہے

✪ عَنِ ابْنِ عُمَرؓ وَابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: ((لَا یَحِلُّ لِلرَّجُلِ اَنْ یُّعْطِیَ عَطِیَّةً ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْھَا اِلَّا الْوَالِدُ فِیْمَا یُعْطِیْ وَلَدَهٗ وَمَثَلُ الَّذِیْ یُعْطِی الْعَطِیَّةَ ثُمَّ یَرْجِعُ فِیْھَا کَمَثَلِ الْکَلْبِ اَکَلَ حَتّٰی اِذَا شَبِعَ قَاءَ ثُمَّ عَادَ فِیْ قَیْئِهٖ))

(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی آدمی کے لیے یہ جائز اور درست نہیں ہے کہ وہ کسی کو کوئی چیز عطیہ کے طور پر دے پھر اُسے واپس لے سوائے والد کے کہ اگر وہ اولاد کو کچھ دے (تو واپس لے سکتا ہے)۔ جو شخص ہدیہ اور عطیہ دے کر واپس لے اُس کی مثال اُس کتے کی سی ہے کہ اُس نے ایک چیز کھائی، یہاں تک کہ جب خوب پیٹ بھر گیا تو اس کو قے کر کے نکال دیا، پھر اپنی اُسی قے ہی کو کھانے لگا۔''

کن لوگوں کو ہدیہ لینا منع ہے

✪ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِنِ السَّاعِدِیِّؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: ((ھَدَایَا الْعُمَّالِ غُلُوْلٌ)) (رواہ احمد)

حضرت ابوحمید ساعدی ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''حاکم اور فرمانروا کے ہدیے ''غلول'' (ایک طرح کی خیانت، رشوت اور ناجائز استحصال کے قبیل سے) ہیں۔''

✪ عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنْ شَفَعَ لِاَخِیْهِ بِشِفَاعَةٍ فَاَهْدٰی لَهٗ هَدِیَّةً عَلَیْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰی بَابًا عَظِیْمًا مِنْ اَبْوَابِ الرِّبَا)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنے کسی بھائی کے لیے (کسی معاملہ میں) سفارش کی پھر اُس نے اُسے اُس وجہ سے کوئی تحفہ دیا اور اُس نے قبول کرلیا تو وہ ایک قسم کا سود لینے کا مرتکب ہوا۔''

تشریح: مذکورہ بالا ارشاداتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ ہدیہ وہی قابلِ قبول ہے جو اخلاص کے ساتھ ہو۔ اگر ہدیہ دینے کا مقصد کوئی دنیوی مفاد حاصل کرنا ہو تو یہ خیانت، استحصال، رشوت اور سود کے ذیل میں آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی لین دین کے سلسلہ کی اِن تمام ہدایات کی روح کو سمجھیں اور اُن کی پابندی اور پیروی کو اپنی زندگی کا اصول بنائیں۔ آمین!

نظام عدالت

لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے مختلف قسم کے نزاعات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنے، حق داروں کو اُن کا حق دلوانے اور مجرموں کو سزا دینے کے لیے محکمۂ قضا یعنی نظامِ عدالت کا قیام انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دیگر انسانی معاملات کی طرح اِس معاملہ میں بھی اپنے طرزِ عمل اور ارشادات سے ہمیں پوری رہنمائی عطا فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مدینہ منورہ میں مسلمانوں کی اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہوگئی تو اُس وقت نظامِ عدالت بھی اپنی ابتدائی سادہ شکل میں قائم فرمادیا۔ آپ ﷺ نبی و رسول ہونے کے ساتھ قاضی اور حاکم بھی تھے۔ نزاعی معاملات آپ ﷺ کے سامنے آتے اور آپ ﷺ اُن کا فیصلہ فرماتے، حدود جاری کرتے یعنی سزا کے مستحق مجرمین کو شریعت کے مطابق سزائیں دلواتے۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ ﷺ کو ایسا کرنے کا حکم دیا تھا:

﴿وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدہ: ٤٩)

"(اے پیغمبر!) آپ ﷺ لوگوں (کے نزاعات و معاملات) کا فیصلہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت اور اُس کے قانون کے مطابق کیا کریں۔"

سورۂ نساء آیت ۱۰۵ میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰهُ﴾

"ہم نے نازل کی آپ ﷺ کی طرف "کتاب" حق (کی ہدایت) کے ساتھ تا کہ آپ ﷺ لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ کریں اللہ کی دی ہوئی رہنمائی کے مطابق۔"

چنانچہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں لوگوں کے درمیان نزاعات کے فیصلے خود فرماتے تھے۔ بعد ازاں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں قاضی کی حیثیت سے یہ ذمہ داری ادا کرتے تھے۔ یمن میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری تفویض فرمائی۔ آپ ﷺ نے اُن لوگوں کو جو کسی علاقہ میں قاضی بنائے جائیں سخت تاکید فرمائی کہ وہ اِس ذمہ داری کو امکانی حد تک اور اپنے فہم و فکر کی روشنی میں عدل و انصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دینے کی پوری کوشش کریں۔ ایسا کرنے والوں کو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی مدد اور رہنمائی اور آخرت میں عظیم انعامات اور بلند درجات کی بشارتیں سنائیں۔ یہ بھی فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے لوگوں سے نادانستہ اجتہادی غلطی بھی ہو جائے گی تو اِس پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ اِس کے برعکس جانبداری اور بے انصافی کرنے والے حاکم اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا شکار ہوں گے۔

عادل اور غیر عادل حاکم و قاضی

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُّوْرٍ عَنْ يَّمِيْنِ الرَّحْمٰنِ عَزَّوَجَلَّ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَ اَهْلِيْهِمْ وَ مَا وَلُوْا)) (رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عدل کرنے والے

بندے (حاکم وقاضی) اللہ تعالیٰ کے ہاں (یعنی آخرت میں) نور کے منبروں پر ہوں گے اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب، اور اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل و عیال اور متعلقین کے معاملات میں اور اپنے اختیارات کے استعمال کے بارے میں عدل سے کام لیتے ہیں۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں اُن اربابِ اختیار کو جو اپنے فیصلوں، اختیارات کے استعمال اور جملہ معاملات میں عدل کا اہتمام کریں ایک عظیم بشارت سنائی گئی ہے۔ روزِ قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب نور کے منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ اِس دنیا کے شاہی درباروں میں کسی کی کرسی کا تختِ شاہی کے داہنی جانب ہونا اُس کے خاص الخاص اعزاز و اکرام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ گویا عدل کرنے والوں کی روزِ قیامت خاص عزت افزائی کی جائے گی۔

حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ''عَنْ یَّمِیْنِ الرَّحْمٰنِ'' (خداوند رحمٰن کے داہنی جانب) سے شبہ ہوسکتا تھا کہ شاید انسانوں کی طرح خالق کے بھی دو ہاتھ ہیں، دایاں اور بایاں۔ پھر انسان کے ذہن میں خالق کی ہستی کا بھی کوئی تصور آسکتا تھا۔ اِسی لیے وضاحت کردی گئی کہ کہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ داہنے ہیں۔ اُس کی ہستی کا کوئی تصور تو کیا ہی نہیں جاسکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ'' (کوئی چیز بھی اللہ کی مثل یا مثال نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی نوعیت اور حقیقت کی دریافت سے ہم عاجز ہیں۔

حدیث کے آخری الفاظ میں ''اَلَّذِیْنَ یَعْدِلُوْنَ فِیْ حُکْمِهِمْ وَ اَهْلِیْهِمْ وَمَا وَلُوْا''، یعنی یہ بشارت اُن عادل بندوں کے لیے ہے جو اپنے عدالتی اور حکومتی فیصلوں میں عدل کریں، اپنے اہل وعیال اور اہلِ تعلق کے ساتھ بھی اُن کا رویہ عادلانہ ہو اور اگر وہ کسی کے ولی اور سرپرست ہوں یا کسی جائیداد یا ادارہ کے متولی اور ذمہ دار ہوں تو اُس کے معاملات میں بھی عدل کے تقاضوں کی پابندی کریں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ عدل کا حکم اور اِس پر بشارت کا تعلق صرف اربابِ حکومت اور حاکمانِ عدالت ہی سے نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے دائرۂ عمل میں ہر شخص اِس کا مکلّف ہے۔

✪ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ

الْقِيٰمَةِ وَاَدْنَاهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ عَادِلٌ وَاَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ وَاَبْعَدَهُمْ مِنْهُ مَجْلِسًا اِمَامٌ جَائِرٌ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عدل کرنے والے حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہوں گے اور اُنہیں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور (اس کے برعکس) ظلم کرنے والے حاکم اللہ کو لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسند ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور ہوں گے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الْقَاضِیْ مَالَمْ یَجُرْ، فَاِذَا جَارَ تَخَلّٰی عَنْهُ وَ لَزِمَهُ الشَّیْطَانُ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ (اپنی مدد اور رحمت کے ذریعہ) قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ عدل کا پابند رہے، پھر جب وہ ظلم کا رویہ اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے الگ اور بے تعلق ہو جاتا ہے (یعنی اللہ کی مدد اور رہنمائی اس کو حاصل نہیں رہتی) اور پھر شیطان اُس کا ہمدم اور رفیق ہو جاتا ہے۔''

حاکم اور قاضی کی نیت اور کوشش جب تک یہ رہے کہ میں حق اور عدل ہی کے مطابق فیصلے کروں اور مجھ سے زیادتی سرزد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی مدد اور رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب خود اُس کی نیت خراب ہو جائے اور وہ ظلم کا راستہ اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی مدد اور رہنمائی سے محروم فرما دیتا ہے۔ پھر شیطان ہی اُس کا رفیق و رہنما بن جاتا ہے اور اُسے جہنم کی طرف لے جانے والے راستہ پر چلاتا ہے۔

فیصلہ میں اجتہادی غلطی کا معاملہ

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ وَ اِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ اَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ)) (بخاری و مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب حاکم (کسی

معاملہ کا) فیصلہ کرنا چاہے اور (حق کے مطابق اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیے) غور وفکر اور کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کردے تو اُس کو دوہرا اجر ملے گا۔اور اگر اُس نے حقیقت کو جاننے، سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کی کوشش کی اور اس کے باوجود فیصلہ غلط کردیا تو بھی اس کو ایک اجر وثواب ملے گا۔''

تشریح : اِس حدیثِ مبارکہ میں بشارت دی گئی کہ اگر حاکم اور مجتہد کسی معاملہ اور مسئلہ میں صحیح فیصلہ تک پہنچنے کی امکان بھر کوشش کرے اور درست فیصلہ تک پہنچ جائے تو اُس کے لیے دوہرا اجر ہے۔ایک صحیح فیصلہ کرنے کی نیت اور کوشش ومحنت کا اور دوسرا صحیح فیصلہ کرنے کا۔البتہ اگر باوجود کوشش کے وہ صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تب بھی وہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ اُس کی نیت حق تک پہنچنے کی تھی اور اِس کے لیے اُس نے غور وفکر اور محنت وکوشش بھی کی۔البتہ اجر کی یہ بشارتیں اُنہی لوگوں کے لیے ہیں جو فیصلہ کرنے کا علم اور اہلیت رکھتے ہوں۔نا اہلوں کو اجتہاد کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ آگے درج ہونے والی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ضروری درجہ کے علم اور اہلیت کے بغیر فیصلے کرے وہ دوزخ کا مستحق ہے۔

جنتی اور دوزخی قاضی وحاکم

✪ عَنْ بُرَيْدَةَ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْقُضَاةُ ثَلٰثَةٌ وَاحِدٌ فِي الْجَنَّةِ وَ اِثْنَانِ فِي النَّارِ فَاَمَّا الَّذِیْ فِي الْجَنَّةِ فَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَقَضٰى بِهٖ وَرَجُلٌ عَرَفَ الْحَقَّ فَجَارَ فِي الْحُكْمِ فَهُوَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ قَضٰى لِلنَّاسِ عَلٰى جَهْلٍ فَهُوَ فِي النَّارِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قاضی تین قسم کے ہیں۔اُن میں سے ایک جنت کا مستحق اور دو دوزخ کے مستحق ہیں۔ جنت کا مستحق وہ قاضی ہے جس نے حق کو سمجھا اور اُس کے مطابق فیصلہ کیا،اور جس قاضی نے حق کو سمجھنے کے باوجود ناحق فیصلہ کیا وہ دوزخ کا مستحق ہے،اور اِسی طرح وہ قاضی بھی دوزخ کا مستحق ہے جو بے علم اور ناواقف ہونے کے باوجود فیصلے کرنے کی جرأت کرتا ہے۔''

رشوت لینے اور دینے والوں پر لعنت

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ

(رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی رشوت دینے اور رشوت لینے والے پر۔

تشریح : قاضی کو عدل اور حق کے خلاف فیصلہ پر آمادہ کرنے والے اسباب میں ایک بڑا سبب رشوت کی لالچ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ کسی مجرم کے لیے اللہ تعالیٰ یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لعنت، اُس سے انتہائی ناراضی و بیزاری کا اعلان اور نہایت سنگین سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ نے اُس مجرم کو اپنی وسیع رحمت سے محروم کر دینے کا فیصلہ فرما دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فرشتوں کی طرف سے لعنت کا مطلب اُس شخص سے بیزاری اور اُس کے لیے رحمت سے محروم کر دیے جانے کی بددعا ہوتی ہے۔ گویا اِس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے اور دینے والوں سے اپنی انتہائی ناراضی و بیزاری کا اظہار فرمایا ہے اور اُن کے لیے بددعا فرمائی ہے کہ اللہ اُن کو اپنی رحمت سے محروم کر دے۔ بعض روایات میں لفظ ''اَلرَّائِشَ'' کا اضافہ بھی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رشوت لینے اور دینے والے کے علاوہ اُس درمیانی آدمی (دلال) پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی جو رشوت کے لین دین کا ذریعہ اور واسطہ بنا۔ رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین جس بدنصیب سے بیزاری کا اعلان فرمائیں اور اُس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیے جانے کی بددعا فرمائیں، اُس بدبخت کا کہاں ٹھکانا ہے؟

حاکم اور قاضی بننا بڑی آزمائش ہے

✪ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ اَوْ جُعِلَ قَاضِيًا بَيْنَ النَّاسِ فَقَدْ ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّيْنٍ)) (رواہ الترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص کو فیصلہ

کرنے کا اختیار دے دیا گیا یا قاضی بنایا گیا تا کہ لوگوں کے مقدماتِ نزاعات کا فیصلہ کرے تو وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا۔"

تشریح: جس آدمی کو چھری سے ذبح کیا جائے وہ ۲ سے ۴ منٹ میں ختم ہو جائے گا، لیکن اگر کسی کو چھری کے بغیر ذبح کرنے کی کوشش کی جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کا جلدی کام تمام نہ ہو سکے گا اور اُس کی تکلیف طویل وقت تک ہوگی۔ حدیثِ مبارکہ کا مدعا اور مقصد یہ ہے کہ با اختیار منصب دار یا قاضی بننا اپنے کو بڑی آزمائش اور مصیبت میں مبتلا کرنا ہے۔ اِس منصب اور ذمہ داری کے قبول کرنے والے کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ سر پہ کانٹوں کا تاج رکھ رہا ہے۔ ظاہر ہے منصب دار یا قاضی بن جانے کے بعد اِس کا امکان ہے کہ آدمی کی نیت اور اُس کے اخلاق میں فساد آ جائے۔ وہ ایسے غلط کام کرنے لگے جن سے اُس کا دین و ایمان برباد اور آخرت خراب ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس لیے اِس ذمہ داری سے بہت ڈرایا ہے اور ممکن حد تک اِس سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ حکومتی عہدے اور عدالتی مناصب اُن لوگوں کو نہ دیے جائیں جو اِن کے طالب اور خواہش مند ہوں، بلکہ ایسے لوگوں کو یہ ذمہ داری سپرد کی جائے جو اُس کے طالب نہ ہوں۔

✪ عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((اِنَّكُمْ سَتَحْرِصُوْنَ عَلَی الْاِمَارَةِ وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَنِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ))

(رواه البخاری)

حضرت ابو ہریرہ ؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آئندہ ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ تم لوگ حکومت اور اُس کے عہدوں کی حرص کرو گے اور وہ قیامت کے دن ندامت و پشیمانی کا باعث ہوگی۔ بڑی اچھی لگتی ہے حکومت کی آغوش میں لے کر دودھ پلانے والی اور بہت بُری لگتی ہے دودھ چھڑانے والی۔"

تشریح: اِس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمایا ہے عنقریب امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جنہیں حکومت اور اُس کے عہدے حاصل کرنے کی حرص ہوگی۔ ایسے لوگوں کو آپ ﷺ نے خبردار کیا کہ یہ حکومت روزِ قیامت سخت ندامت اور پشیمانی کا باعث ہوگی۔ اُس روز اُنہیں

اپنے زیرِ حکومت ہزاروں بندگانِ خدا کے حقوق کے بارے میں جواب دہی کرنی ہوگی۔ اُن سے زیرِ تصرف وسائل کے استعمال کے حوالے سے حساب کتاب ہوگا۔ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حکومت کا ملنا اِسی طرح اچھا لگتا ہے جیسے بچہ کو دودھ پلانے والی دایہ اچھی لگتی ہے۔ پھر حکومت سے محرومی اِسی طرح بُری لگتی ہے جیسے کہ دودھ چھڑانے والی دایہ بچہ کو بُری لگتی ہے۔ دنیا کی یہ محرومی اور صدمہ تو عارضی ہے لیکن آخرت کا حساب کتاب بہت بھاری ہوگا اور دائمی عذاب کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لہٰذا حکومت کے طلب گاروں کو اُس کے اُخروی انجام سے غافل نہ ہونا چاہیے۔

حکومت کا طالب اللہ کی مدد و رہنمائی سے محروم ہوتا ہے

✪ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَسْئَلِ الْاِمَارَةَ فَاِنَّكَ اِنْ اُعْطِيْتَهَا مِنْ غَيْرِ مَسْئَلَةٍ اُعِنْتَ عَلَيْهَا وَاِنْ اُعْطِيْتَهَا عَنْ مَّسْئَلَةٍ وُكِلْتَ اِلَيْهَا)) (رواہ البخاری)

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے لیے حکومت کا عہدہ طلب مت کرو، اگر تمہاری طلب کے بغیر تم کو کوئی حکومتی ذمہ داری سپرد کی گئی تو اللہ کی طرف سے اُس میں تمہاری مدد ہوگی اور اگر تمہارے طلب کرنے پر تم کو حکومت کی ذمہ داری سپرد کی گئی تو تم اس کے حوالے کردیے جاؤ گے (اللہ کی طرف سے تمہاری کوئی مدد اور رہنمائی نہیں ہوگی)۔

✪ عَنْ اَنَسٍ ؓ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ ابْتَغَى الْقَضَاءَ وَسَأَلَ فِيْهِ شُفَعَاءَ وُكِلَ اِلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اُكْرِهَ عَلَيْهِ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ مَلَكًا يُّسَدِّدُهٗ)) (رواہ الترمذی)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جو کوئی منصبِ قضا کا طالب ہوگا اور اِس کے حصول کے لیے سفارشی تلاش کرے گا تو اُسے اُس کے نفس کے حوالے کردیا جائے گا (کہ وہ خود ہی اُس کی ذمہ داریوں سے نمٹے جو بہت مشکل اور بڑا خطرناک کام ہے) اور جس شخص کو مجبور کر کے قاضی بنایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی کے لیے خاص فرشتہ نازل فرمائے گا جو اُس کو ٹھیک چلائے گا۔“

تشریح: دونوں احادیث کا مدعا یہ ہے کہ حکومتی عہدہ یا عدالتی منصب اپنے نفس کی خواہش سے نہیں لینا چاہئے۔ جو کوئی اِس طرح حاصل کرے گا، اُس کی ذمہ داریوں کے ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ اِس کے برعکس جس کو بغیر اُس کی ذاتی خواہش کے یہ ذمہ داری سپرد کی جائے اور وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اُسے قبول کرلے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ایسے بندوں کی مدد اور رہنمائی فرمائی جائے گی۔

قاضیوں کے لیے رہنما اصول اور ہدایات

✪ عَنْ مُعَاذٍ رض اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا بَعَثَهٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ: ((اَرَاَیْتَ اِنْ عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ كَیْفَ تَقْضِیْ؟)) قَالَ: اَقْضِیْ بِكِتَابِ اللّٰهِ، قَالَ: ((فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ؟)) قَالَ: فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، قَالَ: ((فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ فِیْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم)) قَالَ: اَجْتَهِدُ رَاْیِیْ لَا اٰلُوْ ،قَالَ: فَضَرَبَ صَدْرَهٗ ثُمَّ قَالَ: ((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم))

(رواہ الدارمی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اُن کو قاضی بنا کر یمن کے لیے روانہ فرمایا تو دریافت فرمایا: ’’دیکھو جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہوگا تو تم اُس کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟‘‘ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید کی ہدایت) کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر کتاب اللہ میں تمھیں (اُس کے بارے میں کوئی) ہدایت نہ ملے (تو کیا کرو گے؟)‘‘ اُنہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اللہ کے رسول ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اگر اللہ کے رسول ﷺ کی سنت میں بھی تمھیں (اُس بارے میں کوئی) ہدایت نہ ملے (تو کیا کرو گے؟)‘‘ اُنہوں نے عرض کیا تو پھر میں اپنی رائے سے کام لوں گا اور اجتہاد کروں گا اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے اُن کا سینہ ٹھونکتے ہوئے شاباشی دی اور فرمایا: ’’حمد و شکر اُس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کے

نمائندہ کو ایسی بات کی توفیق دی جس نے اللہ کے رسول ﷺ کو خوش کیا۔"

تشریح : حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہیں اپنے طالب علمانہ مزاج اور رسول اللہ ﷺ کی طویل صحبت اور خصوصی تعلیم و تربیت کے نتیجہ میں کتاب و سنت کے علم اور دین و شریعت کے فہم میں امتیازی مقام حاصل ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے آخری دور میں اُنہیں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا۔ وہ آپ ﷺ سے سیکھ چکے تھے کہ کسی فیصلہ طلب معاملہ کے بارے میں ہدایت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اگر وہاں سے ہدایت نہ مل سکے تو رسول اللہ ﷺ کی سنت سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ وہاں بھی نہ ملے تو کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد و قیاس کیا جائے۔ اُنہیں یمن روانہ کرتے ہوئے بطورِ امتحان آپ ﷺ نے پوچھا کہ مقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ اُنہوں نے اُس کا وہ جواب دیا جو حدیث میں مذکور ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں شاباش دی، اُن کا سینہ ٹھونکا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُنہوں نے آپ ﷺ کی مرضی اور منشاء کے مطابق جواب دیا۔

یہ حدیثِ مبارکہ اِس لحاظ سے غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ دین و شریعت میں اجتہاد و قیاس کی یہ سب سے زیادہ واضح بنیاد ہے۔ اُمت کے ہر دَور کے فقہاء و مجتہدین نے اِسی حدیث کو بنیاد بنا کر اجتہاد و قیاس سے کام لیا ہے اور اُن ہزاروں مسائل و معاملات کا فیصلہ کیا ہے جن کے بارے میں واضح ہدایت اور حکم کتاب و سنت میں نہیں ہے۔ اِس حدیث سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ کسی معاملہ اور مسئلہ میں قیاس و اجتہاد کی گنجائش اُسی وقت ہے جب کہ اُس کے بارے میں کتاب و سنت میں کوئی حکم و ہدایت نہ مل سکے۔

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الزُّبَيْرِ رض قَالَ قَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ((اَنَّ الْخَصْمَيْنِ يَقْعُدَانِ بَيْنَ يَدَيِ الْحَكَمِ)) (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ "مقدمہ کے دونوں فریق حاکم کے سامنے بیٹھیں۔"

تشریح : اِس فرمانِ نبوی ﷺ میں تلقین کی گئی حاکم کو چاہیے کہ مقدمہ کے دونوں فریقوں کے ساتھ اس کا برتاؤ مساویانہ ہو۔ کسی فریق کی کسی خصوصیت یا تعلق کی وجہ سے اُس کے ساتھ ترجیحی

سلوک نہ ہو۔ قاضی کے سامنے دونوں کی نشست یکساں ہو۔

✪ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اِذَا تَقَاضٰى اِلَيْكَ رَجُلَانِ فَلَا تَقْضِ لِلْاَوَّلِ حَتّٰى تَسْمَعَ كَلَامَ الْاٰخَرِ فَسَوْفَ تَدْرِيْ كَيْفَ تَقْضِيْ)) قَالَ عَلِيٌّ فَمَا زِلْتُ قَاضِيًا بَعْدُ (رواه الترمذی)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے پاس دو آدمی (کوئی مقدمہ لے کر) فیصلہ کرانے آئیں تو تم پہلے ہی فریق کی بات سن کر فیصلہ نہ دے دو، جب تک کہ دوسرے کا بیان نہ سن لو، ایسا کرو گے تو تم سمجھ لو گے اور جان لو گے کہ تم کس طرح اور کیسا فیصلہ کرو۔'' حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میں برابر قاضی رہا ہوں۔

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قاضی بنا کر یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میری عمر بہت کم ہے اور میں مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ کرنا نہیں جانتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں اطمینان دلایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد اور رہنمائی فرمائے گا اور تم سے صحیح فیصلہ کرائے گا۔ ساتھ ہی یہ اصولی ہدایت فرمائی کہ جب کوئی قضیہ تمہارے سامنے آئے تو جب تک تم دونوں فریقوں کا بیان نہ سن لو اُس وقت تک کوئی رائے قائم نہ کرو اور نہ فیصلہ دو۔ جب دونوں کی بات سننے کے بعد معاملہ پر غور کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہوگی اور صحیح فیصلہ کی توفیق ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس حدیثِ مبارکہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو فرمایا تھا اُس کا ظہور اِس طرح ہوا کہ مقدمات ونزاعات کے فیصلہ کے باب میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان آپ رضی اللہ عنہ کو خصوصی امتیاز حاصل تھا اور آپ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جاتا تھا۔

✪ عَنْ اَبِيْ بَكْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((لَا يَقْضِيَنَّ حَكَمٌ بَيْنَ اثْنَيْنِ وَهُوَ غَضْبَانُ)) (رواه البخاری)

حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا یہ فرماتے ہوئے: ''ہرگز فیصلہ نہ کرے کوئی قاضی یا حاکم دو افراد کے درمیان کسی معاملہ کا جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو۔''

تشریح :غصہ کی حالت میں آدمی کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہوتا۔ اِس لیے رسول اللہ ﷺ نے تاکید فرمائی کہ ایسی حالت میں کوئی قاضی کسی مقدمہ کا فیصلہ نہ کرے۔ اگر قاضی کو غصہ مقدمہ کے کسی فریق پر ہو تو اِس کا بھی خطرہ ہے کہ فیصلہ میں ظلم ہو جائے۔ فیصلہ ایسے وقت کیا جائے جب دماغ ٹھنڈا اور اعتدال وسکون کی حالت میں ہو۔

دعوے کے لیے دلیل اور ثبوت ضروری ہے

✪ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ((لَوْ یُعْطَی النَّاسُ بِدَعْوَاھُمْ لَادَّعٰی نَاسٌ دِمَآءَ رِجَالٍ وَ اَمْوَالَھُم وَلٰکِنَّ الْیَمِیْنَ عَلَی الْمُدَّعٰی عَلَیْہِ))

(رواہ مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اگر محض دعوے پر لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا جایا کرے تو لوگ دوسروں کے خلاف (بے باکی سے) خون یا مال کے (جھوٹے سچے) دعوے کرنے لگیں گے۔ لیکن (محض کسی کے دعوے پر اُس کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا بلکہ ثبوت طلب کیا جائے گا اور ثبوت وشہادت نہ ہونے کی صورت میں) مدعیٰ علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لیا جائے گا۔

تشریح :اگر کوئی شخص عدالت میں کسی کے خلاف کوئی دعویٰ دائر کرے تو خواہ دعویٰ کرنے والا کیسا ہی نیک اور بلند مرتبہ کیوں نہ ہو، محض اُس کے دعوے کی بنیاد پر قاضی اُس کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکے گا۔ اسلامی قانون میں ہر دعوے کے لیے ضابطہ کے مطابق ثبوت اور شہادت پیش کرنا ضروری ہے۔ اگر مدعی شہادت اور ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے کہا جائے گا کہ اگر اُسے دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو وہ حلف کے ساتھ کہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے۔ اگر مدعا علیہ اِس طرح کے حلف سے انکار کرے تو دعویٰ صحیح قرار دے کر فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اگر وہ حلف کے ساتھ مدعی کے دعوے کو غلط قرار دے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا اور مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔ یہ وہ عدالتی ضابطہ ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی۔

صحیح مسلم کی اِس روایت کے الفاظ میں مدعی سے ثبوت وشہادت طلب کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف مدعا علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لینے کا بیان ہے۔ البتہ دوسری روایات میں پہلے مدعی سے

ثبوت وشہادت طلب کرنے کا ذکر ہے۔

✪ عَنِ الْاَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ ؓ قَالَ كَانَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ رَجُلٍ مِنَ الْيَهُوْدِ اَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهٗ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلَكَ بَيِّنَةٌ)) قُلْتُ: لَا، فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: ((اِحْلِفْ)) قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِذًا يَّحْلِفُ يَذْهَبُ بِمَا لِيْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران:٧٧)﴾ (رواه البخاری)

حضرت اشعث بن قیس ؓ سے روایت ہے، اُنھوں نے بیان کیا کہ ایک زمین میری اور ایک یہودی کی مشترکہ ملکیت تھی، اُس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا اور تنہا اُس زمین کا مالک بن بیٹھا۔ میں اُس یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا (اور اپنا مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا)۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تمہارے پاس اپنے دعوے کی کوئی دلیل (یعنی گواہ) ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ کوئی گواہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہودی سے فرمایا: قسم کھاؤ (کہ زمین میں مدعی کا کوئی حصہ نہیں ہے تنہا میری ہے)۔ (اشعث ؓ کہتے ہیں کہ) میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت یہ یہودی (جھوٹی) قسم کھالے گا اور میرا مال یعنی میری جائیداد ہڑپ کرلے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (آل عمران:٧٧)﴾ ''بے شک وہ جو اللہ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو اور اپنی قسموں کو بیچ دیتے ہیں تھوڑی سی قیمت کے عوض، ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ اُن سے نہ بات کرے گا اور نہ اُن کی طرف دیکھے گا روزِ قیامت اور نہ ہی اُنھیں پاک کرے گا۔ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

تشریح :اِس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قضیہ میں مدعی مسلم اور مدعا علیہ غیر مسلم ہو تب بھی اِسلامی قانون کے مطابق کارروائی کی جائے گی۔ مدعی کے پاس ثبوتِ شہادت نہ ہونے کی صورت میں اگر غیر مسلم مدعا علیہ حلف کے ساتھ انکاری بیان دے گا تو اُس کو قبول کرلیا جائے گا۔ اگر فی الواقع اُس نے بددیانتی کی ہے اور جھوٹا حلفیہ بیان دیا ہے تو آخرت میں وہ اُس کی سخت ترین سزا پائے گا۔

✪ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ رضی اللہ عنہ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ مِنْ حَضْرَمَوْتَ وَرَجُلٌ مِنْ كِنْدَةَ اِلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى اَرْضٍ لِّيْ كَانَتْ لِاَبِيْ فَقَالَ الْكِنْدِيُّ هِيَ اَرْضِيْ فِيْ يَدِيْ اَزْرَعُهَا لَيْسَ لَهٗ فِيهَا حَقٌّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لِلْحَضْرَمِيِّ :((اَلَكَ بَيِّنَةٌ؟)) قَالَ لَا قَالَ :((فَلَكَ يَمِيْنُهٗ)) قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا يُبَالِيْ عَلٰى مَاحَلَفَ عَلَيْهِ وَ لَيْسَ يَتَوَرَّعُ مِنْ شَيْئٍ ، فَقَالَ :((لَيْسَ لَكَ مِنْهُ اِلَّا ذَالِكَ)) فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا اَدْبَرَ((اَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰى مَالِهٖ لِيَأْكُلَهٗ ظُلْمًا لَيَلْقَيَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ)) (رواہ مسلم)

حضرت علقمہ بن وائل اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب حضرموت سے (یعنی حضرمی) اور ایک صاحب قبیلہ کندہ کے (یعنی کندی) اپنا مقدمہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرمی نے (جو مدعی تھا) عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اِس کندی نے ایک ایسی زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے جو میری ہے، اور پہلے میرے والد کی تھی۔ کندی نے (جو مدعا علیہ تھا) جواب میں کہا کہ وہ زمین فی الواقع میری ہی ملکیت ہے، میرے قبضہ میں ہے، میں اُس میں کھیتی باڑی کرتا ہوں اور اُس پر مدعی کا کوئی حق نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مدعی حضرمی سے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس دعوے کی دلیل (یعنی گواہ) ہے؟'' اُس نے عرض کیا کہ گواہ تو نہیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر تو تم کو صرف یہ حق ہے کہ اپنے مدعا علیہ کندی سے قسم لے لو۔'' حضرمی نے عرض کیا کہ حضرت یہ آدمی تو بددیانت ہے،

اِس کو اِس کی کچھ پرواہ نہیں کہ کس بات کی قسم کھا رہا ہے اور کسی بھی (بُری) بات سے اِس کو پرہیز نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تم کو بس یہی حق ہے کہ اِس آدمی سے قسم لے لو! (کچھ بھی ہو جب تمہارے پاس دعوے کے گواہ نہیں ہیں)“ تو جب وہ کندی حلف اٹھانے کے لیے دوسری طرف کو چلا تو رسول اللہ ﷺ نے (اُس کو آگاہی دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ”اگر اُس نے حضرمی کا مال ظالمانہ اور ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو وہ اللہ کے حضور میں اِس حال میں پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (غضب و ناراضی کی وجہ سے) اُس کی طرف سے رُخ پھیر لیں گے۔“

تشریح : بلاشبہ آخرت میں کسی بندے کی یہ انتہائی بدبختی اور بدنصیبی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ غضب و ناراضی کی وجہ سے اُس کی طرف سے رخ پھیرلیں۔ یہ اُس کے اللہ کی بارگاہ میں مردود اور ناقابلِ معافی ہونے کی علامت ہوگی۔ عارضی دنیا کے حقیر فائدہ کے بدلہ میں کتنی بڑی محرومی ہے جس سے ایک غاصب انسان دوچار ہوگا۔ سنن ابی داوٗد میں نقل کی گئی روایت کے آخر میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے بُرے انجام کی وعید سنائی تو کندی قسم کھانے سے رُک گیا اور اُس نے اقرار کرلیا کہ وہ زمین مدعی حضرمی ہی کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اِسی کے مطابق فیصلہ فرمادیا۔

جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم کا انجام جہنم ہے

✪ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ: ((مَنِ ادَّعٰى مَا لَيْسَ لَهٗ فَلَيْسَ مِنَّا وَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اُنہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جو کوئی کسی ایسی چیز پر دعویٰ کرے جو فی الحقیقت اُس کی نہیں ہے، تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور اُس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔“

تشریح: عدالت میں جھوٹا دعویٰ کرنا اور اِسی طرح ناجائز طور پر کسی کی چیز حاصل کرنے یا اُس کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی قسم کھانا بدترین اور شدید ترین گناہوں میں سے ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں میں شمار کرنے والے شخص کے لیے اِس سے زیادہ سخت وشدید وعید کیا

ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اُس کے بارے میں فرمادیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہماری جماعت سے خارج ہے اور اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اللہ کی پناہ!

✪ عَنْ اَبِی اُمَامَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ اَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ ((وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ اَرَاكٍ)) (مسلم)

حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا (اور عدالتی فیصلے سے اُس کی کوئی چیز حاصل کر لی) تو اللہ نے اُس شخص کے لیے دوزخ واجب کردی ہے اور جنت حرام۔“ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو (تب بھی یہی سزا ہوگی؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگرچہ (جنگلی درخت) پیلو کی ایک ٹہنی ہی ہو۔“

تشریح : اگر کسی نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے بندے کی بالکل معمولی اور بے قیمت چیز بھی حاصل کی تو اُس نے بھی اتنا بڑا گناہ کیا جس کی سزا میں اُس کو دوزخ کا عذاب ضرور بھگتنا ہوگا اور مؤمنین و صالحین والی جنت سے محروم رہے گا۔ حدیثِ مبارکہ میں مسلمان کے حق مارنے کا ذکر ہے۔ یہ اِس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا معاشرہ اسلامی معاشرہ ہی تھا اور آپ ﷺ کے سامنے عموماً مسلمانوں ہی کے باہمی مقدمات پیش ہوتے تھے۔ البتہ کسی غیر مسلم کی چیز بھی جھوٹی قسم کھا کر حاصل کرنا اِسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی چیز حاصل کرنا۔

✪ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَّاِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ اِلَیَّ وَلَعَلَّ بَعْضُكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ اَلْحَنُ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَاَقْضِیْ لَهٗ عَلٰی نَحْوِ مَا اَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ مِنْ حَقِّ اَخِيْهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ)) (رواه البخاری)

حضرت اُمِّ سلمہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ایک بشر ہوں اور تم لوگ میرے پاس اپنے نزاعات اور مقدمات لاتے ہو، اور ہوسکتا ہے کہ تم میں سے ایک زیادہ

بولنے والا اور بہتر انداز میں تقریر کر کے اپنی دلیل پیش کرنے والا ہو دوسرے سے، اور پھر میں اُس کی بات سن کر اُس کے مطابق اُس کے حق میں فیصلہ دے دوں۔ تو اِس طرح میں جس کے لیے اُس کے بھائی کی چیز کا فیصلہ کردوں تو وہ اُس کو ہر گز نہ لے، (اُس کے جھوٹے دعوے کے نتیجہ میں) میں اُس کو جو دیتا ہوں وہ (انجام کے لحاظ سے) اُس کے واسطے دوزخ کا ایک حصہ ہے۔"

تشریح: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چرب زبان آدمی دوسرے کی چیز پر جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور اُس کے لیے ایسے دلائل پیش کرتا ہے کہ قاضی اُس کو برحق سمجھ کر اُس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہے۔ اِسی طرح کبھی کوئی جھوٹا مدعا علیہ اپنی چرب زبانی سے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنی سچائی کا قاضی کو یقین دلا دیتا ہے اور وہ اُس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے۔ تو قاضی کے اِس فیصلہ سے وہ چیز اُس جھوٹے مدعی یا مدعا علیہ کے لیے حلال و جائز نہیں ہو جاتی، حرام ہی رہتی ہے اور جھوٹا مقدمہ لڑنے اور جھوٹی قسم کھانے والے جہنمی بن جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں اور کسی مقدمہ باز کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر مجھ سے بھی خلافِ حق فیصلہ ہوسکتا ہے۔ میرے فیصلہ سے بھی وہ چیز جھوٹے فریق کے لیے حلال نہ ہوگی حرام ہی رہے گی۔

جھوٹی قسم کھانا شدید ترین گناہِ کبیرہ ہے

✪ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُنَيْسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اِنَّ مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ عُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَ الْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰهِ يَمِيْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِيْهَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَةٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُكْتَةً فِيْ قَلْبِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ)) (رواہ الترمذی)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے (اور سب سے خبیث) گناہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا اور جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اور جو قسم کھانے والا اللہ کی قسم کھائے اور اُس میں مچھر کے پر کے برابر گڑبڑ کرے (یعنی ذرہ برابر بھی جھوٹ یا خیانت شامل کرے) تو

(اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اُس کے دل پر قیامت تک کے لیے ایک داغ ڈال دیا جاتا ہے (یعنی اُس کا وبال قیامت میں ظاہر ہوگا)۔

✪ عَنْ خُرَيْمِ بْنِ فَاتِكٍ ؓ قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَامَ قَائِمًا فَقَالَ: ((عُدِلَتْ شَهَادَةُ الزُّوْرِ بِالْإِشْرَاكِ بِاللّٰهِ)) ثَلٰثَ مِرَارٍ ثُمَّ قَرَءَ: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ (رواہ ابو داؤد)

خریم بن فاتک ؓ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) صبح کی نماز پڑھی، جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: ”جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے۔“ یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی، پھر آپ ﷺ نے (قرآن پاک کی) یہ آیت پڑھی:

﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾

”اے لوگو! بت پرستی کی گندگی سے بچو، اور جھوٹی گواہی سے بچو، یکسوئی کے ساتھ بس اللہ ہی کے ہو کے رہو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ ہو۔“

تشریح: رسول اللہ ﷺ نے اپنے اِس مبارک ارشاد میں سورۂ حج کی آیت ۳۱ تلاوت فرمائی جس میں شرک و بت پرستی کے ساتھ جھوٹی بات سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ دراصل شرک کرنا بھی ایک بہت بڑا جھوٹ ہے جو اللہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ گویا آپ ﷺ نے مخاطبین کو سمجھایا کہ شہادتِ زور (جھوٹی شہادت) ایسا ہی گندا اور خبیث گناہ ہے جیسا کہ شرک و بت پرستی۔ ایمان والوں کو اِس گناہ سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے جیسا کہ شرک و بت پرستی سے۔

کن لوگوں کی گواہی معتبر نہیں

✪ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوْسٰى ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ خَائِنٍ وَلَا خَائِنَةٍ وَلَا زَانٍ وَلَا زَانِيَةٍ وَلَا ذِيْ غِمْرٍ عَلٰى اَخِيْهِ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت سلمان بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خیانت کرنے والے مرد اور خیانت کرنے والی عورت، زانی مرد اور زانیہ عورت اور اپنے بھائی سے دشمنی رکھنے والے کی بھائی کے خلاف شہادت قابلِ قبول نہیں۔''

تشریح: اِس حدیثِ مبارکہ میں پہلے خیانت اور زنا کا ارتکاب کرنے والے مردوں اور عورتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ اُن کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ یہ دو گناہ بطورِ مثال بیان ہوئے ہیں۔ اصول اور قانون یہ ہوگا کہ جو شخص کبائر اور فواحش کا مرتکب ہو یا فاسق و فاجر ہو، اُس کی شہادت قبول نہ ہوگی۔ ایسے گناہوں کا ارتکاب اِس بات کی دلیل ہے کہ اُس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔ اُس کی سچائی پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ کسی دشمنی رکھنے والے کی مخالفانہ گواہی کے قابلِ قبول نہ ہونے کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ جو آدمی کسی گھرانے سے وابستہ ہو، اُس کا رہنا سہنا کھانا پینا اُنہیں کے ساتھ ہو، اُس گھرانے کے حق میں اُس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔ ایسا شخص تو گویا اُسی گھرانے کا ایک فرد ہے اِس لیے اُس کی اِس گھرانہ کے حق میں گواہی کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟ اِس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ گھر والوں کی گواہی اپنے ہی گھر والوں کے حق میں بدرجہ اُولیٰ قابلِ رد ہوگی۔

☆ — ☆ — ☆

دعائے استخارہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ

اے اللہ بیشک میں آپ کے علم کے ذریعے آپ سے خیر طلب کرتا ہوں

وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ

اور میں آپ کی قدرتِ (کاملہ) کے ذریعے (اس کام پر) قدرت طلب کرتا ہوں

وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ

اور آپ کے فضلِ عظیم کا سوال کرتا ہوں

فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ

پس بیشک آپ ہی قدرتِ (حقیقی) رکھتے ہیں، میں قدرت نہیں رکھتا

وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ

اور آپ (ہر چیز کی حقیقت) جانتے ہیں اور میں نہیں جانتا

وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ

اور آپ چھپی چیزوں کو بھی خوب جاننے والے ہیں

اَللّٰھُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ

اے اللہ اگر آپ کے علم میں یہ کام

خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ

بہتر ہے میرے لئے میرے دین اور میری دنیا (کے معاملے) میں

وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ

اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے

فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ

پس تو اسے میرا مقدر کردے اور اسے میرے لئے آسان کردے

ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ

پھر اس کام میں مجھے برکت عطا کر

وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ

اور اگر آپ کے علم میں یہ کام

شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَ مَعَاشِي

باعث شر ہے میرے لئے میرے دین اور میری دنیا (کے معاملے) میں

وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ

اور میرے کام کے انجام کے اعتبار سے

فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ

تو اس کام کو مجھ سے دور کردے

وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ

اور مجھے اس (کام) سے دور کردے

وَاقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ

اور خیر وخوبی کو میرا مقدر کر چاہے جہاں بھی ہو

ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ (صحيح البخاری)

اور پھر مجھے اپنے اس فیصلے پر راضی رہنے کی توفیق عطا کردے۔

نوٹ: نشان زدہ لفظ (الامر) کی جگہ اپنے کام کا ذکر کرنا چاہئے مثلاً اَلنِّکَاح ، اَلْبَیْعُ، اَلسَّفَر وغیرہ لیکن اگر نام نہ لیا جاسکے تو صرف اس کام کو ذہن میں لانا ہی کافی ہے۔

☆ — ☆ — ☆

نماز حاجت

عَنْ حُذَيفَةَ قَالَ ((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ صَلّٰی)) (سنن ابی دائود)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کو جب کوئی معاملہ فکرمند کرتا تھا تو آپ ﷺ نماز پڑھنے لگتے تھے۔

شارح مشکوٰۃ سلطان علی قاریؒ فرماتے ہیں "نبی اکرم ﷺ کا یہ طرزِ عمل حکم باری تعالیٰ (وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ) (البقرة:45) (مدد طلب کرو نماز اور صبر کے ذریعے سے) کی پیروی میں ہے اور مذکورہ نماز صلاۃ حاجات کہلائی جا سکتی ہے کیونکہ یہ کسی خاص کیفیت یا وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔" امام ابن جریر طبریؒ نے تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ یہ الفاظ روایت کیے ہیں (اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلَاةِ)) "جب آپ ﷺ کو کوئی معاملہ غمگین کرتا تھا تو آپ ﷺ نماز کی طرف لپکتے تھے"

عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ((مَنْ تَوَضَّاَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يُتِمُّهُمَا، اَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا سَاَلَ مُعَجِّلًا اَوْ مُؤَخِّرًا)) (مسند احمد)

سیدنا ابودرداءؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں اے لوگو! بے شک میں نے خود سنا کہ اللہ کے رسول ﷺ فرما رہے تھے "جو کوئی وضو کرے، اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر وہ دو رکعت نماز ادا کرے، اور ختم کرنے کے بعد دعا کرے تو اللہ اس کی مانگی ہوئی چیز جلد یا بدیر اسے ضرور عطا کرے گا"۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِي اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ((مَنْ كَانَتْ لَهٗ اِلَى اللّٰهِ حَاجَةٌ اَوْ اِلٰى اَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّاْ وَلْيُحْسِنِ الْوُضُوءَ ثُمَّ لْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللّٰهِ، وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلْ۔۔۔۔"

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جسے اللہ تعالیٰ یا مخلوق میں سے کسی شخص سے کوئی حاجت وابستہ ہو تو اسے چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر وہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجے پھر یوں دعا کرے......"

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ	اللہ کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں، وہ بڑے حلم والا اور بڑا کریم ہے،
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	پاک ہے، وہ اللہ جو عرشِ عظیم کا بھی رب اور مالک ہے
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	ساری حمد و ستائش اُس اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے
اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ	اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اُن اعمال اور اُن اخلاق و احوال کا جو تیری رحمت کا موجب اور وسیلہ اور تیری مغفرت اور بخشش کا پکا ذریعہ بنیں
وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ	اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصہ لینے کا
وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ	اور ہر گناہ اور معصیت سے سلامتی اور حفاظت کا
لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ	خداوندا! میرے سارے ہی گناہ بخش دے
وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ	اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کر دے
وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا	اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اُس کو پورا فرما دے۔
يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ (ترمذی، ابن ماجہ)	سب مہربانوں سے بڑے مہربان!

☆ —— ☆ —— ☆

مالی معاملات کے حوالہ سے باہمی لین دین کے ضمن میں

ایک اہم قرآنی ہدایت

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اے لوگو! جو ایمان لائے ہو
اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى	جب تم آپس میں ادھار کا معاملہ کرو ایک طے شدہ مدت تک کے لئے
فَاكْتُبُوْهُ ؕ	پس اس کو لکھ لیا کرو
وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ	اور چاہیے کہ تمہارے درمیان اس کو لکھے ایک کاتب (لکھنے والا) عدل کے ساتھ
وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ	اور چاہیے کہ کاتب انکار نہ کرے کہ وہ لکھے جیسا کہ اللہ نے اس کو سکھایا ہے اس کو چاہیے کہ وہ لکھے
وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ	اور چاہیے کہ املاوہ کرائے جس کے اوپر حق ہے (ادھار لینے والا) اور وہ اللہ کی نافرمانی سے بچے جو کہ اس کا رب ہے
وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ؕ	اور وہ اس میں کوئی کمی نہ کرے پھر
فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ	اگر وہ جس کے اوپر حق ہے (مقروض) وہ ناسمجھ ہے (بے عقل ہے) یا کمزور ہے یا وہ استطاعت نہ رکھتا ہو کہ املا کرا سکے
فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ	تو چاہیے کہ اس کا کوئی ولی املا کرائے عدل کے ساتھ
وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ	اور گواہ کر لیا کرو دو گواہ اپنے مردوں (مسلمانوں) میں سے
فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ	پھر اگر دو مرد موجود نہ ہوں
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ	تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں

مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ	جن کو بھی تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے (جن پر دونوں فریقوں کا اعتماد ہو)
اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى	اگر ان دونوں عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو پھر ان میں سے ایک دوسری کو یاد کرا دے
وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا	اور گواہ انکار نہ کریں جب بھی وہ بلائے جائیں
وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ	اور سستی نہ کرو کہ تم اس کو لکھو خواہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو جب کہ وہ ایک مدت تک کے لیے ہو
ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ	یہی مبنی بر عدل ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ	اور زیادہ قائم رکھنے والا ہے گواہی کے لیے
وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا	اور اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم شک نہ کرو
اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً	سوائے اس کے کہ جو ہو کوئی فوری لین دین (فوری تجارت)
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ	اور تم اسے آپس میں طے کر رہے ہو
فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا	تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اس کو نہ لکھو
وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ	اور گواہ ٹھہرا لیا کرو کہ جب بھی تم آپس میں سودا کرو
وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ	نہ نقصان پہنچائے لکھنے والا اور نہ ہی گواہ (یا نقصان نہ پہنچایا جائے لکھنے والے کو اور نہ گواہ کو)
وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور اگر تم نے ایسا کیا تو پھر بیشک یہ گناہ کی بات ہے تمہاری طرف سے تو اللہ کی نافرمانی سے بچو
وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ تمہیں سکھاتا ہے
وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ (البقرة:282)	اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے

☆—☆—☆